وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ (القرآن)

ماہنامہ

سبیل ہدایت

لاہور

ذیقعد، ذوالحجہ 1439ھ/ جولائی، اگست 2018ء

ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور
1990-2018
اشاعت کا اٹھائیسواں سال
بزم ندائے مسلم پاکستان



انگلیوں کے نشانات

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چار پہلو

آنیوالے دور کی دھندلی سی تصویر

اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مختصر تعارف

حیرت انگیز پیشنگوئیاں

اخلاق و کردار

دوذیحوں کا بیٹا کون؟

یورپ پر قرآن کریم کے اثرات

قادیانیوں کے حوالے سے علامہ اقبالؒ کی رائے

یکے از مطبوعات: بزم ندائے مسلم پاکستان

وَاللّٰہُ یَقُولُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ (القرآن)
اور اللہ سچی بات کہتا ہے اور وہ ہدایت دیتا سیدھی راہ پر چلنے کی

ماہنامہ
سبیل ہدایت
لاہور

سکولوں، کالجوں اور پبلک لائبریریز کیلئے حکومت پنجاب سے منظور شدہ رکن: کونسل آف جرائد اہلسنت پاکستان

جلد 28 ذیقعد، ذوالحجہ 1439ھ/ جولائی، اگست 2018ء شمارہ 7'8

پبلشر: سید قمر احمد سبزواری
پرنٹرز: اسکارٹ پرنٹرز ہسپتال روڈ لاہور
مقام اشاعت: ۸/۳ بی ون ٹاؤن شپ لاہور

زرتعاون: فی پرچہ 40 روپے طلباء وطالبات: 300 روپے سالانہ
سالانہ: 500 روپے بیرون ملک 20 ڈالر

دفتر رابطہ: بزم ندائے مسلم پاکستان
۸/۳ بی ون ٹاؤن شپ لاہور پوسٹ کوڈ: 54770
0304-4710601/0320-4668118
sabeelh@gmail.com

گستاخانہ خاکے اور ہمارا روّیہ

پوری دنیا میں مسلمانوں کو کمزور کرنے اور دین اسلام کا نام مٹانے کی ناکام کوششیں عرصہ دراز سے جاری ہیں۔صیہونی منصوبہ ساز باقاعدہ منظم طریقے سے ان کوششوں کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔صیہونی میڈیا نے اسلام کو مغربی دنیا میں ایک خطرے کے طور پر متعارف کرایا ہے۔2000ء کے بعد اس میں باقاعدہ تیزی دکھائی دیتی ہے اور ہر سال کچھ نہ کچھ گستاخانہ مواد شائع کر کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ماضی میں حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی خبریں منظر عام پر آتی تھیں تو پورے ملک سے لوگ سڑکوں پر آجاتے تھے اور مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے اپنی اپنی بساط کے مطابق ناموسِ رسالت پر پہرہ دیتے تھے۔لیکن جوں جوں وقت گزر رہا ہے اور آئے روز گستاخیاں بڑھتی جا رہی ہیں، لیکن بدقسمتی سے ایمانی جذبہ کمزور ہوتا جا رہا ہے۔اب کہیں سے گستاخی کی خبر آتی ہے تو شروع میں اس کا ردعمل صرف سوشل میڈیا پر نظر آتا ہے پھر کہیں جا کر علاقوں میں چھوٹی چھوٹی ریلیاں نظر آتی ہیں۔عوام اب یہ سمجھ رہے ہیں کہ آئے روز خاکے بنائے جا رہے ہیں۔ان کو ہمارے احتجاج سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو ہم اپنی توانائیاں کیوں صرف کریں۔اگر ہم نے یہ سوچ اپنالی تو سمجھ لیں کہ اسی میں ان گستاخوں کی کامیابی ہے۔ان کا مقصد ہی یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے دلوں سے حرمت رسول پر جان دینے کا جذبہ ختم کیا جائے۔لہٰذا ہمیں اپنی طاقت اور بساط کے مطابق بھرپور احتجاج کر کے حکومت کو عملی اقدام اٹھانے پر مجبور کرنا چاہیے تاکہ عالمی سطح پر یہ معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ایمانی جذبہ برقرار ہے اور وہ آج بھی حرمت رسول پر جان قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔

حقوق انسانی کی تنظیمیں اور اقوام متحدہ کے ادارے CERD اور HRC ہولوکاسٹ کے خلاف بولنے پر پابندی عائد کرسکتی ہیں تو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بولنے پر کیوں پابندی نہیں لگاسکتیں؟ ان اداروں کی مجرمانہ خاموشی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گزشتہ تین عشروں سے بیسیوں مرتبہ گستاخی کی ناپاک جسارت ہو چکی ہے۔لیکن شاید انہیں معلوم نہیں کہ روح محمد ﷺ ہی مسلمان کی جان ہے۔مسلمان آقا کریم ﷺ پر مرمٹنے کا جذبہ آج بھی رکھتا ہے۔آج بھی غازی علم دین شہید پیدا ہوسکتا ہے۔



فرمان ربّ العالمین ﷺ

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

"جب تم تعداد میں بہت کم تھے، اس وقت کو یاد کرو اور زمین میں تمہاری حیثیت بھی نہ تھی، تمہیں ہر وقت ڈر لگا رہتا تو اللہ نے تمہیں زمین عطاء کر دی (سرزمین وطن) اور اپنی مدد (ایٹم بم) سے تمہیں مضبوط کر دیا تاکہ تم اللہ کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔" (سورۃ انفال 28/8)



فرمان رحمۃ اللعالمین ﷺ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہندوستان کا تذکرہ کیا اور ارشاد فرمایا: ضرور تمہارا ایک لشکر ہندوستان سے جنگ کرے گا، اللہ ان مجاہدین کو فتح عطا فرمائے گا حتی کہ وہ (مجاہدین) ان (ہندوؤں) کے بادشاہوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے اور اللہ (اس جہاد عظیم کی برکت سے) ان (مجاہدین) کی مغفرت فرما دے گا، پھر جب وہ واپس پلٹیں گے تو عیسیٰ ابن مریم کو شام میں پائیں گے۔ حضرت ابوہریرۃ نے فرمایا: اگر میں نے وہ غزوہ پایا تو اپنا نیا اور پرانا سب مال بیچ دوں گا اور اس میں شرکت کروں گا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا کر دی اور ہم واپس پلٹ آئے تو میں ایک آزاد ابوہریرہ ہوں گا جو ملک شام میں (اس شان سے) آئے گا کہ وہاں عیسی ابن مریم کو پائے گا۔ یا رسول اللہ! اس وقت میری شدید خواہش ہوگی کہ میں ان کے پاس پہنچ کر انہیں بتاؤں کہ میں آپ ﷺ کا صحابی ہوں، (راوی کا بیان ہے کہ) حضور ﷺ مسکرا پڑے اور ہنس کر فرمایا: بہت مشکل، بہت مشکل۔



تصوّف کا ایک نُکتہ

حضرت اِبراہیم علیہ السّلام نے جن چار پرندوں کو ذَبح کِیا ان میں سے ہر پرندہ ایک بُری خصلت میں مشہور ہے۔ مثلاً: مور کو اپنی شکل وصورت کی خوبصورتی پر گھمنڈ رہتا ہے اور مُرغ میں کثرتِ شہوت کی بُری خصلت ہے اور گدھ میں حِرص اور لالچ کی بُری عادت ہے اور کبوتر کو اپنی بُلند پروازی اور اونچی اُڑان پر نَخوَت وغرور ہوتا ہے۔ تو ان چاروں پرندوں کے ذَبح کرنے سے ان چاروں خصلتوں کو ذَبح کرنے کی طرف اِشارہ ہے کہ: چاروں پرندے ذَبح کیے گئے تو حضرت اِبراہیم علیہ السّلام کو مُردوں کے زندہ ہونے کا منظر نظر آیا اور ان کے دِل میں نُورِ اطمینان کی تجلّی ہوئی۔ جس کی بدولت انہیں نفسِ مطمئنہ کی دولت نصیب ہوگئی۔

تو جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا دِل زندہ ہو جائے اور اس کو نفسِ مطمئنہ کی دولت نصیب ہو جائے اس کو چاہیے کہ: مرغ ذَبح کرے یعنی شہوت پر چُھری پھیر دے اور مور کو ذَبح کرے یعنی اپنی شکل وصورت اور لِباس کے گھمنڈ کو ذَبح کر ڈالے اور گدھ کو ذَبح کرے یعنی حِرص اور لالچ کا گلا کاٹ ڈالے اور کبوتر کو ذَبح کرے یعنی اپنی بُلند پروازی اور اونچے مرتبوں کے غرور ونَخوَت پر چُھری چلا دے۔ اگر کوئی ان چاروں بُری خصلتوں کو ذَبح کر ڈالے گا تو اِن شاءاللہ تعالیٰ وہ اپنے دِل کے زندہ ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور اس کو نفسِ مطمئنہ کی سرفرازی کا شرف حاصل ہو جائے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) (تفسِیر جمل، جِلد ۱، صفحہ ۳۲۸، پارہ ۳، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۶۰)



مدینہ شریف سے کوسوں دور ایک چرواہا چیختا چلاتا دوڑا چلا آ رہا تھا ایک جگہ بیٹھ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا لوگ اکٹھے ہو گئے انہوں نے وجہ دریافت کی اس کی ہچکیاں بند گئیں سب ایک دوسرے کو تکنے لگے۔۔۔ لوگوں نے پھر استفسار کیا۔۔ چرواہے نے روتے روتے بتایا خلیفۃ المسلمین حضرت عمرِ فاروق کا انتقال ہو گیا ہے۔۔۔ لوگوں نے حیرت سے پوچھا تم سینکڑوں کوس دور یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو؟۔۔ تمہیں کس نے اس کی خبر دی؟۔۔۔ چرواہے نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا آج تلک میری بھیڑ بکریاں جنگل میں بے خوف وخطر پھرا کرتی تھیں کسی درندے نے کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا لیکن آج پہلی مرتبہ ایک بھیڑیا میری بھیڑ کا بچہ اٹھا کر لے گیا ہے اس کی اس جرأت پر میں نے سمجھ لیا کہ عدل وانصاف کرنے والے خلیفہ اس دنیا میں موجود نہیں رہے۔۔۔ چرواہے کی بات حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی تحقیق پر معلوم ہوا کہ جس وقت بھیڑیا ریوڑ سے بھیڑ کا بچہ اٹھا کر لے گیا عین اسی وقت حضرت عمرِ فاروق رحلت فرما گئے تھے۔۔

ایک بار مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا لوگ بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر فاقے کرنے لگے ایک روز بڑے میدان میں عوام الناس کو بہترین کھانا دینے کا اہتمام کیا گیا ایک شخص نے کھانا تقسیم کرنے والے منتظم سے دو افراد کے کھانے کا مطالبہ کیا۔۔ منتظم نے پوچھا سب اپنا اپنا کھانا لے رہے ہیں تم دو افراد کیلئے کیوں مانگ رہے ہو۔۔ ایک اپنے لئے اور ایک اس کیلئے جو باسی روٹی پانی میں بھگو کر کھا رہا ہے" اس شخص نے دور بیٹھے باریش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔۔

"تم اسے جانتے ہو؟" منتظم نے دریافت کیا نہیں۔۔۔ اس شخص نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا میں جانتا تو نہیں لیکن اسے باسی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے دیکھ کر بڑا ترس آیا کہ سب اچھا کھانا کھا رہے ہیں وہ کیوں نہیں؟ وہ۔۔ منتظم نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا ہمارے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق ہیں آپ سب لوگوں کیلئے کھانے کا اہتمام ان کی طرف سے ہی کیا گیا ہے۔۔۔ وہ شخص یہ سن کر دنگ رہ گیا۔ (تاریخ اسلام سے انتخاب)



ابن سعید

انگلیوں کے نشانات

قیامت کے منکر اس بات کو ماننے کے لیے بالکل تیار نہیں ہیں کہ وہ انسان کہ جس کی ہڈیاں مرنے کے بعد گل سڑ کر ختم ہو جاتی ہیں، قیامت کے دن پھر جی اٹھے گا، یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہر انسان وہی شکل وصورت لے کر دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب درج ذیل آیت میں دیا ہے:

(اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَه ۔ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَه)

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں اکٹھی نہ کر سکیں گے؟ کیوں نہیں، ہم اس بات پر قادر ہیں کہ (پھر سے) اس کی انگلیوں کے پور پور تک درست بنا دیں (1)

ماں کے پیٹ میں حمل کے چوتھے مہینے میں جنین کی انگلیوں پر نشانات بنتے ہیں، جو پھر پیدائش سے لے کر مرنے تک ایک جیسے رہتے ہیں۔ انگلیوں کے نشان، آڑھی ترچھی، گول اور خمدار لکیروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جو انسان کی جلد کے اندرونی و بیرونی حصّوں کی آمیزش سے بنتے ہیں۔ کسی بھی انسان کی پہچان اور شناخت کے لیے ہاتھ کی لکیریں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ مگر اس بات کا بنی نوع انسان کو پتہ نہیں تھا۔ تاہم دو سو سال پہلے انگلیوں کے نشانات اس قدر اہم نہ تھے کیونکہ انیسویں صدی کے آخر میں یہ بات دریافت ہوئی تھی کہ انسانوں کی انگلیوں کے نشان ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ 1880ء میں ایک انگریز سائنس دان Henry Faulds نے اپنے ایک مقالے میں جو "نیچر" نامی جریدے میں شائع ہوا، اس بات کا انکشاف کیا تھا کہ لوگوں کی انگلیوں کے نشان عمر بھر تبدیل نہیں ہوتے اور ان کی بنیاد پر ایسے مشتبہ لوگ جن کی انگلیوں کے نشان کسی شے پر مثلاً شیشے وغیرہ پر رہ جاتے ہیں مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔ ایسا پہلی بار 1884ء میں ہوا کہ انگلیوں کے نشانات کی شناخت کی بنا پر ایک قتل کے ملزم کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس دن سے انگلیوں کے نشانات شناخت کا نہایت عمدہ طریقہ بن گئے ہیں۔ تاہم 19 ویں صدی سے قبل غالباً لوگوں نے بھول کر بھی نہ سوچا ہوگا کہ ان کی انگلیوں کے نشانات کی لہر دار لکیریں بھی کچھ معنی رکھتی ہیں اور ان پر غور بھی کیا جا سکتا ہے۔ (2)

دنیا میں کسی بھی آدمی کی انگلیوں کے نشان کسی بھی دوسرے آدمی کی انگلیوں کے نشانات سے نہیں ملتے چاہے وہ جڑواں ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی طور پر بھی پولیس مجرموں کی شناخت کے لیے فنگر پرنٹس کے طریقے ہی کو استعمال کرتی ہے۔ (3)

ساخت کے لحاظ سے جلد دو تہوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایک بیرونی پتلی تہہ جس کو برادمہ (Epidermis) کہتے ہیں۔ یہ تہہ برحلمی (Epithelial) خلیوں پر مشتمل ہوتی ہے جو باہم بہت زیادہ پیوست ہوتے ہیں۔ اس کے نیچے ایک اندرونی موٹی تہہ ہوتی ہے، جو ادمہ (Dermis) کہلاتی ہے۔ ادمہ کی سطح بہت سے مقامات پر انگلیوں کی طرح کے ابھاروں کی صورت میں اٹھی ہوتی ہے۔ یہ ابھار برادمہ میں گھسے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں ثالیل (Papillae) یا ادمی ثالیل (Dermal Papillae) کہتے ہیں۔ یہ ابھار ہتھیلی اور تلووں (بمعہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے) پر سب سے زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کی سیدھی جانب ان ابھاروں کی قطاریں اس حد تک واضح ہوتی ہیں کہ ان کے نشانات کاغذ یا کسی بھی چیز پر حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ہر فرد کی انگلیوں اور انگوٹھے میں ان ابھاروں کی ترتیب اور انداز مختلف ہوتے ہیں۔ یعنی ایک آدمی کی انگلیوں کے یہ نشانات کسی بھی دوسرے آدمی سے نہیں ملتے۔ حتیٰ کہ جڑواں بچوں کے بھی نہیں۔ نیز ایک ہی آدمی میں یہ ابھار ایک جیسے رہتے ہیں اور زندگی کے کسی بھی مرحلے میں تبدیل نہیں ہوتے۔ البتہ عمر کے ساتھ ساتھ یہ سائز میں بڑے ہوتے جاتے ہیں۔ (4)

بچے میں یہ ابھار حمل کے تیسرے اور چوتھے مہینے کے درمیان میں اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب برادمہ نیچے موجود ادمی ابھاروں کے خدوخال کے موافق ہو جاتی ہے۔ ان ابھاروں کا کبھی بھی نہ تبدیل ہونے کی خاصیت ہر انسان کی انفرادی پہچان کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ چونکہ پسینوں کے غدود کی نالیاں برادمی ابھاروں کی چوٹیوں پر کھلتی ہیں، اسی لیے جب کسی ہموار چیز کو چھوا جاتا ہے تو اسی پر انگلیوں (یا پاؤں) کے نشانات ثبت ہو جاتے ہیں۔

جدید سائنس نے حال ہی میں انکشاف کیا ہے کہ جرائم کی تحقیقات میں پولیس کو بہت جلد انگلیوں کے نشانات سے لوگوں کے طرز زندگی کے بارے میں بھی اہم معلومات حاصل ہو سکیں گی جن کی مدد سے انہیں مجرم تک پہنچنے میں بہت مدد ملے گی۔ برطانیہ میں ہونے والی ایک تحقیق سے ایسے امکانات پیدا ہوئے ہیں جن سے سگریٹ نوشی منشیات کے استعمال یا انگلیوں کے

نشانات میں عمر کے ساتھ رونما ہونے والی تبدیلیوں کا پتا چلایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر جکیلز کا کہنا ہے کہ جب انسان کسی چیز کو چھوتے ہیں تو کچھ نامیاتی مرکبات انگلیوں کے پوروں سے اس چیز پر لگ جاتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ انگلیوں کے پوروں میں بہت سے نامیاتی مرکبات پائے جاتے ہیں اور یہ بہت سے امکانات کو جنم دیتے ہیں۔اس طرح کا ایک نامیاتی مرکب جس سے کولیسٹرول بھی بنتا ہے انسانی پوروں میں بڑی تعداد میں پایا جاتا ہے۔ یہ مرکب جسے سکیولین کہا جاتا ہے انسانی ہاتھ سے مس ہونے والی چیز پر رہ جاتا ہے۔اس کاروایتی طریقے یا انسانی آنکھ سے پتا لگانا ناممکن ہے۔

ڈاکٹر جکیلز کے مطابق بالغوں بچوں اور عمر رسیدہ لوگوں کی انگلیوں سے مختلف نوعیت کے نامیاتی مرکبات چیزوں پر لگتے ہیں۔اس کے علاوہ منشیات کا استعمال کرنے والوں کی انگلیوں کے پوروں سے جو نامیاتی مرکبات چیزوں پر لگتے ہیں اس میں ان نشہ آور اشیا کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں جو وہ استعمال کرتے ہیں۔(5)

اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا آیت میں ان لوگوں کو جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ نہ صرف ہماری ہڈیوں کو دوبارہ بالکل اسی طرح جوڑ دے گا جیسا کہ وہ پہلے تھیں بلکہ ان کی انگلیوں کے پوروں کے نشانات بھی بالکل ویسے ہی ہوں گے جیسا کہ پہلے تھے۔قرآن یہاں پر انسانوں کی شناخت کے حوالے سے انگلیوں کے نشانات کو کیوں اہمیت دے رہا ہے جبکہ 1880ء سے پہلے انگلیوں کے نشانات کے ذریعے کسی انسان کی انفرادیت یا شناخت کا تصور بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ چنانچہ اربوں کھربوں انسانوں کی ہلاکت کے بعد قیامت کے دن دوبارہ ان کو زندہ کرنا جب کہ ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ اور جسم گل سڑ چکے ہوں گے ،دوبارہ اسی شکل وصورت میں پیدا کرنا بلکہ انگلیوں کے پور پور تک کا اسی پہلی بناوٹ میں ہونا ،اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔چنانچہ یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی انگلیوں کی لکیروں میں جو راز پنہاں رکھا ہے وہ اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے جو بے مثال انجینئرنگ اور ڈیزائنگ صرف چند مربع سینٹی میٹر کے رقبے میں کی ہے کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ انسان اس بات کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ اتنی چھوٹی سی جگہ کے اندر اربوں، کھربوں نمونے تیار کیے جاسکتے ہیں۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ 1400 سال پہلے وہ کون سی ہستی تھی کہ جس کو پتہ تھا کہ تمام انسانوں کے ہاتھوں کے نشانات مختلف ہیں اور ان ہی کی وجہ سے کسی انسان کی شناخت ممکن ہے تو جواب ملے گا کہ سوائے اللہ رب العزت کی ذات کے کوئی اس بات کو نہیں جانتا تھا کیوں کہ وہی ہمارا خالق ہے اور وہی جانتا ہے کہ انسان کی پیدائش کس طرح ہوئی۔

(1)۔القیامہ،75:3-4
(2)۔اللہ کی نشانیاں۔صفحہ 88-99
(3)۔قرآن اینڈ ماڈرن سائنس ،صفحہ 62
(4)۔ہماری جلد،اردو سائنس بورڈ لاہور، صفحہ 25-26
(5) http://www.bbc.co.uk/urdu/science/story/2006/04/060402_fingerprints_hide_fz.

اپیل دعائے مغفرت

چیف ایڈیٹر ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور سید قمر احمد سبزواری کی خالہ جان اور سیاسی و سماجی رہنماء افضال احمد خان کی والدہ گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئی ہیں ۔نماز جنازہ میں علاقہ بھر کی سیاسی ،سماجی اور مذہبی شخصیات نے شرکت کی۔قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔اللہ رب العزت مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے۔آمین۔



یونانی، رومی، بزنطینی، قرآنی تہذیبیں اور تمدن دریافت کردہ

1- برٹش ریسرچ۔ جامعات آکسفورڈ، کیمبرج، لندن کے فضلائے تاریخ وماہرین لسانیات۔

2- امریکن ریسرچیز۔ ہارورڈ، شکاگو، کیلیفورنیا، کارنیجی انسٹی ٹیوٹس کے فضلائے تاریخ۔

3- فرنچ ریسرچیز۔ جامعہ پیرس، فضلائے تاریخ۔

4- جرمن ریسرچیز۔ جامعات، فضلاء وماہرین لسانیات اوران یورپی کتب خانوں کی موجودہ شہادتیں جن میں سائنس، فنون اور تمام جدید خیالات، تحقیقات، دریافتوں اور دائرۃ المعارف سے متعلق عربی کے ابتدائی مخطوطات لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ یہ سب متفقہ طور پر اعلان کرتے ہیں کہ:۔

8ویں صدی (عیسوی) سے 500 سال بعد تک عربی، یورپ کی زبان اور قرآن وہاں کا ضابطہ حیات رہا۔ نہیں بلکہ عربی نوع بشر کی سائنسی زبان رہی۔ تمام کتابیں عربی میں لکھی جاتی تھیں۔ یورپی حضرات جو تکمیل علم کرنا چاہتے تھے انہیں عربی سیکھنی پڑتی تھی۔

برٹش ریسرچ صفحہ 4 باب 1

قرآن اپنی روشنی غیر محسوس طریقہ سے اور خاموشی کے ساتھ تمام یورپ میں پھیلا رہا تھا علمائے قرآن کی واضح مثال اور عملی نمونہ یورپ کی بے چین طبیعتوں میں جوش اور ولولہ پیدا کررہا تھا۔

یورپی تواریخ (پروفیسر دوزی اور پروفیسر الویرو) کا کہنا ہے کہ:۔

" کس قدر قابل افسوس بات ہے کہ یورپی لوگ خود اپنی زبان بھول گئے ہیں۔ ہزاروں نفوس میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جو لاطینی میں ایک بھی لفظ لکھ سکے۔ وہ صرفِ کثیر سے عربی کے پورے پورے کتب خانے جمع کرلیتے ہیں۔ لیکن واحسرتا! وہ عیسائی جو اپنے ذہن وذکا میں نہایت ممتاز ہیں سوائے عربی کے کسی دوسری زبان سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے یہاں تک کہ انجیل اور عہد نامہ قدیم بھی عربی زبان میں پڑھتے ہیں۔

امریکن ریسرچ صفحہ 124، 12 صدی کے فضلائے یورپ کی سوانح عمریوں سے پتہ چلتا ہے کہ تقریباً ان سب نے قرآنی ضابطہء حیات کو اپنا لیا تھا۔

امریکن ریسرچ۔ کارنیجی ریسرچ صفحات 551-417

اگرچہ یہودیوں کی سرکاری زبان عبرانی تھی لیکن وہ عربی کو مقدم سمجھتے تھے۔ عظیم مصنف گولڈ زیہر نے عربی کی خاطر عبرانی کو ترک کردیا تھا۔ ربی ڈیوڈ فہمی (Rabbi David Aimhi) 1235ء جس کا عیسائیوں پر بے حد اثر تھا، اس نے عربی زبان سے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔

آرامی زبان، عربی کے مقابلے میں ایک نادار اور کم مایہ زبان تھی اور کلاسیکی عبرانی بھی اپنی اعلیٰ ترین شکل تک میں صرف اپنے وسائل اور سرمایہ کی بنیاد پر عربی کے مدمقابل نہیں ہوسکتی تھی۔ عربی زبان اپنے تخلیقی عمل سے ترقی کرکے خود کو اس شکل میں ڈھال لیتی ہے جس کی جدید سائنسوں اور فنون کو اپنے قابل فہم اظہار کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔

فرنچ ریسرچ۔ اسلامی دنیا (Lemonde Islamique) پیرس یونیورسٹی 1926ء کا بیان ہے۔

"عربی زبان کے خزینے اب کھولے جانے شروع ہوئے ہیں۔ ابھی تک جو مواد دستیاب ہوا ہے اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ قرآن کی گراں مایہ زبان کا جدید ٹیکنیک کی زبان بننا مقدر تھا۔"

جامعہ شکاگو۔ تاریخ اسلام صفحہ 37 کا بیان ہے کہ:۔

"رفعت وعظمت کے اعتبار سے کوئی زبان بھی عربی کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اس کے تفوق و افضلیت، اس کی معروضی ہیئت وخصوصیات اور اس کے وسیع ذخیرۂ الفاظ پر مبنی ہیں۔ اس کی سی اسلوبی اور صرفی ونحوی خاصیتیں کسی دوسری جگہ نہیں پائی جاتیں۔"

برٹش ریسرچ کا بیان ہے کہ:۔

"ڈاکٹر ایچ۔ جی۔ فارمر کا کہنا ہے کہ یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ ڈاکٹر مرابلس، ایڈی لارڈ آف باتھ اور راجر مکن نے اپنے شاگردوں کو ترغیب دی کہ وہ اپنے اسکولوں کو چھوڑ کر عربی مدارس میں داخل ہوں۔"

ڈاکٹر واٹ ٹیلر کلیر نیڈن پریس لندن، عظیم ترین ماہر لسانیات کا کہنا ہے کہ:۔

"یورپی زبانوں میں عربی کی فنی اور غیر فنی اصطلاحات بھری پڑی ہیں۔ انگریزی زبان میں تقریباً ایک ہزار عربی الاصل الفاظ اور کئی ہزار عربی الفاظ کے مشتقات موجود ہیں۔ کنسائز آکسفورڈ ڈکشنری میں ان الفاظ میں سے 504 موجود ہیں جن میں سے 283 الفاظ پاکٹ آکسفورڈ ڈکشنری میں شامل کرلئے گئے ہیں۔"

ماڈرن آکسفورڈ ہسٹریز (سرمٹین اینڈ مارٹ) کا بیان ہے۔

یہ کہ تمام یورپی جامعات بالخصوص آکسفورڈ یونیورسٹی اور پیرس یونیورسٹی کا یورپ میں عربی زبان کو پھیلانے میں بڑا حصہ رہا ہے۔"

جرمن ریسرچ:۔

"عربی زبان روزانہ زندگی میں شدید ضرورت کے مواقعوں پر خود کو حسب منشاء بدل لیتی ہے۔ یہ روزانہ زندگی جب نجی اور پبلک معاملات میں نظام فطرت کے بنیادی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے پر مجبور کرتی ہے اس وقت عربی پوری قوت اور تسکین بخش طریقہ پر اپنا عمل دکھاتی ہے۔"

برٹش ریسرچ۔ باب۔ یورپ میں عقیدہ کا دور V-18' V-2 صفحات 28-413-V 2 صفحات 5-150 کا بیان ہے۔

شہنشاہ لیوسوم اور اس کے جانشینوں نے 726ء سے 780ء تک قرآنی اصولوں کا مطالعہ کیا اور ان کو اختیار کیا۔ شہنشاہ اوٹوسوم' راجر اول' راجر سوم سلطنت روما کے شہنشاہوں نے قرآن کا مطالعہ کیا اور وہ 1200ء تک قرآنی اصولوں کو اپنائے رہے۔ سلطنت روما کے جرمن شہنشاہ' عظیم فرمان روا فریڈرک نے جو خود قرآن کا بڑا عالم تھا' قرآنی اصولوں کی اشاعت و تبلیغ کی۔ انگلستان کا بادشاہ جان' نیز شہنشاہ نپولین اور عظیم یورپی نائٹ ٹیمپلر' پاپائے اعظم سلویسٹر دوم' مشہور برطانوی ڈاکٹر ریمنڈ پیٹر مقدس' رابرٹ آف چیسٹر ایڈی لارڈ' مارلے مائیکل اسکارٹ' پوپ گربرٹ' شومپے کا آرچ بشپ ریونا ولیم' آرچ بشپ نیومر دوغیرہ۔ وہ لوگ تھے جنہوں نے پیرس' آکسفورڈ' بولونیا' مونٹ پلیر' پدوا' وینس وغیرہ وغیرہ مقامات پر قرآنی علوم کے مدارس کھولے۔

جرمن ریسرچیز بک۔ قرآن کی تفاسیر اور انشاء پر جدید تحقیقات از پروفیسر ہارٹ وگ ہر شیفلڈ۔ ڈاکٹر اسٹین گاس' ڈاکٹر کیہری کا بیان ہے۔

"یہ کہ قرآن تمام علوم وفنون کا سرچشمہ تھا۔ کبھی کوئی قوم اس سرعت سے تہذیب وتمدن کی جانب نہیں بڑھی' جس سرعت سے قرآن کے ذریعہ عربوں نے ترقی کی۔ جہاں تک قائل کرنے کی قوت' فصاحت و بلاغت اور انشاء کا تعلق ہے اس میں کوئی چیز بھی قرآن تک نہیں پہنچتی۔ قرآن فطرت اور اس میں ہونے والے عمومی واقعات پر غور وفکر کرنے اور اس کا گہرا مطالعہ کرنے پر بہت زور دیتا ہے۔"

امریکن ریسرچیز ایف جی شاہ

برٹش ریسرچیز

حاملین قرآن حضرات نے کولمبس سے 500 سال قبل امریکہ کو دریافت کرلیا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے ہوائی جہاز بنایا (ابن فرناس 888ء)' دوربین ایجاد کی (ابن ہیثم 903ء)' بحری قطب نما ایجاد کیا (ابن ماجد) جس سے کھلے سمندروں میں سفر کرنا ممکن ہوا۔ فن جراحی کو ترقی دی اور آلات جراحی بنائے (ابوالقاسم 936ء)' عربی اعداد یعنی نو ہندسوں اور صفر کو رواج دیا جس سے ریاضیات میں زبردست انقلاب رونما ہوگیا۔ روئی سے کاغذ بنانے کا فن دریافت کیا اور طباعت کے کام کی ابتداء کی (750عیسوی)۔ بھاری ترشوں' نور پیمائی' ہیئتی آلات' رصدگاہوں' گردش کرنے والے ارضی کروں' ماسکونی ترازو' کیمیاوی آلات' کروی اصطرلابوں' مشاہداتی ہیئت کو جنم دیا۔

"بحر الکاہل' بحر اوقیانوس' بحر ہند سے گزرنے والے تمام سمندری راستوں کو دریافت کیا اور ان کے نقشے بنائے اور اس وقت تک نامعلوم دریائے والگا اور وادی ڈینیوب سے گزرنے والے خشکی کے راستوں کا پتہ چلایا۔ جوہری نظریئے کو رواج دیا۔ نظریہ ارتقاء دریافت کیا۔ تجارت اور کاروبار کے اصول' سیارات وثوابت' نور پیمائی اعلیٰ درجے کے ٹھیک ٹھیک ناپنے والے آلات' گھنٹے' گھڑیاں' گشتی شفاخانے رائج کئے۔ نظام سیارات کے نمونے تیار کئے (ابن عباس 880ء)۔ پتھر سے شیشہ بنانے اور حرارت سے مرغیاں پیدا کرنے کی مشینیں ایجاد کیں۔"

کارنیجی ریسرچیز واشنگٹن صفحہ 18 پر تحریر ہے۔

"ہم قرآن سے سائنس کا تعلق قائم کئے بغیر اس کی صحیح فہم تک کیسے رسائی حاصل کرسکتے ہیں۔"

شکاگو یونیورسٹی ہسٹری صفحات 133-134' 1954ء کا بیان ہے۔

"انسانی تجربہ اور زندگی کا بمشکل ہی ایسا کوئی گوشہ ہوگا جہاں قرآن نے مغربی روایت کو مالا مال نہ کیا ہو۔ دوائیں' مشروبات' جڑی بوٹیاں' ادویہ' اسلحہ ونقابت' صنعت وحرفت' تجارت' نقاشات وایجادات بحری ٹیکنیک اور جملہ اقسام کا فنی ذوق اور خوش اطواری سب وہیں سے حاصل ہوئیں۔ جدید سائنس کی اصطلاحات کا ذکر نہ کر کے قرآن کا جو کچھ حصہ ہے اس کی ایک حوالہ جاتی فہرست ہی دینے کے لئے بہت سے صفحات درکار ہوں گے اور پھر بھی وہ نامکمل قرار دی جائے گی۔"

برٹس ریسرچ۔ باب دوم صفحات 138-40' 134-332 کا کہنا ہے کہ

"یونان کے لوگ نہیں بلکہ حاملین قرآن جدید سائنس کے موجد تھے۔ دنیا اس غلط فہمی میں مبتلا رہی ہے لیکن حالیہ تحقیقات سے یہ ناقابل تردید حقیقت سامنے آئی ہے کہ قرآن نے معروضی قسم کی تحقیقات اور تجرباتی معلومات کو اپنے ماننے والوں کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ یونانیوں نے بعض نظریات قائم کئے تھے لیکن تجرباتی معلومات کو عمومیت کا درجہ دینا یونانی مزاج کے لئے قطعاً ایک بیگانہ شے تھی۔"

صفحہ 338

"قرآنی اثر جس نے اپنا اظہار یکساں طور پر یورپ، ایشیا اور افریقہ میں کیا بنیادی طور پر عقلی تھا جس کی قدر و قیمت کو سمجھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ قرآن جو بنیاد دیتا ہے اس کو ہر معیار پر جانچا جا چکا ہے۔ یہ کتاب لوگوں کی تنقید کے صبر آزما امتحان میں اپنی صداقت و برتری کو بلحاظ عالمگیریت، کاملیت اور یکرنگی پوری طرح منوا چکی ہے۔

"ہم نے کوشش کی ہے کہ صداقت و دیانت اور آزادی کے ساتھ یہ بتا دیں کہ یورپ اور امریکہ دونوں اپنی سائنس اور علوم کی روشنی کے لئے قرآن کے کتنے زیادہ مرہون احسان ہیں۔"

سر ولیم اسکاٹ اپنی کتاب "ہسٹری آف سیرا سنز" میں لکھتا ہے۔

"کوئی شخص بھی قرآن کے اس غیر معمولی مسلک کی تیز رفتار ترقی اور دیرپا اثر کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو اپنے جلو میں امن و سلامتی، نظم و ضبط، علم و فضل، دولت و ثروت، سائنس، فنون اور مسرت و شادمانی لے کر آیا۔"

ہسٹری آف پاسٹ اینڈ پریزینٹ سویلزیشین از پروفیسر بیک کیلیفورنیا یونیورسٹی میں مرقوم ہے۔

"قرآنی سلطنت کی عظیم تہذیب پر دنیا کا کوئی علاقہ بھی کبھی گوئے سبقت نہیں لے گیا۔"

پروفیسر گزیوت اپنی تاریخ و تہذیب میں فرماتے ہیں۔

"یورپ کی جدید ترقی و تہذیب میں سب سے زیادہ قوی الاثر عنصر قرآن کا ظہور تھا۔"

یورپ کا عقیدہ کا دور باب یازدہم صفحہ 332

"یہ تصور غلط ہے کہ اسلام کی ترقی تلوار کے زور سے ہوئی۔ تلوار کسی قوم کے تسلیم شدہ مسلک کو تبدیل کر سکتی ہے لیکن وہ انسان کے ضمیر پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔"

ایس۔ پی۔ اسکاٹ "ہسٹری آف مورش ایمپائر" میں رقمطراز ہے۔

"قرآنی تہذیب اپنے ان علاقوں میں جو جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے علم و فضل، نظم و ضبط، امن و امان اور خوشحالی و مسرت لے کر آئی۔"

اناطول فرانس کا یہ خیال ہے کہ:۔

"تاریخ کا سب سے المناک واقعہ ٹورنس (فرانس) کی لڑائی (732ء/114ھ) ہے جب فرنیکس کی بربریت کے مقابلہ میں عربوں کی سائنس پیچھے جا پڑی۔"

سر چڑ ہیوگس۔ ہسٹاریکل سوسائٹی آف آکسفورڈ کا کہنا ہے کہ:۔

"اگر انگلستان اسلام قبول کر لیتا تو وہ 500 سال پہلے جدید رنگ اختیار کر چکا ہوتا اور نتیجتاً دنیا سائنس میں پانچ سو سال آگے ہوتی اور ہماری موجودہ میکانکی کامیابیاں بہت پہلے حاصل ہو چکی ہوتیں۔"

پروفیسر ایچ۔ آے۔ آر کب "ادب پر" صفحہ 208-209

"پیچھے کی طرف دیکھنے پر ہمیں یورپی ادب کا میدان نظر آتا ہے جس پر قرآنی ادب کے اثر نے یورپی تصور کو ایک تنگ اور جابرانہ نظریہ سے چھٹکارا دلایا۔"

"19 ویں صدی نے اپنے جدید احساس برتری کی ساتھ اسلامی ادب کا مطالعہ اپنی ذاتی غرض کی وجہ سے کرنا شروع کر دیا ہے اور قرآنی ادب کی جدید تفہیم حاصل کی جا رہی ہے اس لئے کہ جیسے جیسے معلومات پھیلتی ہیں اسلام انسانی زندگی میں اپنا جائز مقام حاصل کرتا جاتا ہے اور ہمیں خود کو اس تنگ اور جابرانہ نظریہ سے آزادی دلاتا ہے جو اس سب کو ہمارے اپنے مختصر علاقہ تک محدود کر کے رکھ دیتا جو ادب، فکر اور تاریخ میں اہم مقام کا حامل ہے۔

(نتیجہ) لندن یونیورسٹی کے پروفیسر ہرشفیلڈ نے یہ کہہ کر صحیح طور پر خلاصہ بیان کیا ہے کہ "قرآن سائینسوں اور فنون کا سرچشمہ تھا۔"

اس طرح جے ایم روڈویل کا کہنا ہے کہ قرآن پاک میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کی بنیاد کائنات کے گرد گھومتی ہے۔۔۔ جاری ہے۔

اہم اعلان

معاصر رسائل و جرائد یا اداروں کو کوئی بھی مضمون پسند آئے اور وہ اپنے رسائل میں شائع کرنا چاہیں تو ہم سے کمپوزڈ شدہ مضمون بذریعہ ای میل منگوا لیں تاکہ ان کا وقت بچے۔ ادارہ

sabeelh@gmail.com

سبیلِ ہدایت کی پالیسی

عوام الناس خصوصاً نوجوانوں میں قرآن و سنّت کی تعلیمات کا فروغ اور محبتِ رسول ﷺ کی شمع روشن کرنا اور مسلمانوں اور اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ اور ہنود کی خفیہ اور درپردہ سازشوں کو بے نقاب کرنا ہے۔ اگر آپ ہمارے پروگرام سے متفق ہیں تو ہمارا ساتھ دیجئے اگر نہیں تو کوئی اور راہ دکھائیے۔



سیرت رسول ﷺ کے چار پہلو

دور حاضر میں مسلمانوں کیلئے بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں

صاحبزادہ محمد امانت رسول

1- مثبت سوچ اور رویہ:

آپ ﷺ کے خلاف جتنی بھی سازشیں کی گئیں، راستے میں کانٹے بچھائے گئے، اونٹ کی اوجھڑی ڈالی گئی، پتھر برسائے گئے، کوڑا ڈالا گیا اور آپ سے زبانی بدکلامی کی گئی لیکن آپ نے کبھی معاشرے کی بہتری اور فلاح کو ترک نہ کیا حتیٰ کہ اپنے رفقاء کو بددعا سے بھی منع فرمایا۔ کفار ومشرکین، منافقین، یہود ونصاریٰ نے آپ کو تکلیف دینے کا ہر طریقہ اختیار کیا، آپ نے کبھی ان سے انتقام کا راستہ اختیار نہ کیا، درحقیقت مشکلاتِ زندگی ایک صالح انسان کو اسے اپنے مقصد سے ہٹانے کیلئے آتی ہیں لیکن مثبت لوگ ہمیشہ اس سوچ، رویئے اور کارروائی سے باز رہتے ہیں جو انہیں اپنی منزل سے دور کردیں۔ میں یہاں شب ہجرت کا ذکر ضرور کروں گا جب کفار و مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فیصلہ کرلیا تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: ''میرے ذمہ بہت سی امانتیں ہیں، تم میری جگہ سو جاؤ اور امانتیں ادا کرکے مدینہ پہنچ جانا۔'' اندازہ کیجئے! مخالفت کے باوجود ان لوگوں کو آپ کی صداقت پہ کتنا بھروسہ تھا کہ اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے۔ مثبت عمل کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے، دشمنیوں اور عداوتوں کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کا بھلا ہی سوچا، انہیں دنیا میں نقصان نہ پہنچایا اور ہمیشہ ان کیلئے ایمان کی دعا فرمائی۔

2- ردعمل نہیں عمل:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمیں بتاتی ہے کہ زندگی کی بنیاد عمل پر رکھنی چاہیے۔ میں نے پہلی بات جو عرض کی وہ دوسری بات سے بالکل جدا ہے۔ ردعمل کی سوچ اجتماعی عمل کو بانجھ کردیتی ہے، قوم ردعمل کیلئے کسی بڑے حادثے کا انتظار کرتی رہتی ہے۔ جب کوئی حادثہ ہوا، قوم اٹھتی اور ردعمل ظاہر کرتی پھر سوجاتی ہے، اسے اس خواب غفلت سے پھر کوئی حادثہ ہی اٹھا سکتا ہے۔ ردعمل کا رویہ قوم کے اعصاب وارادے کو شل کرکے رکھ دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خدائی پروگرام کے مطابق احسن طریقے سے اپنے مقصد کی طرف بڑھتے رہے، آپ عمل کرتے رہے، مخالف ردعمل کرتے رہے، آپ نے قرآن مجید سنایا، انہوں نے ردعمل میں شاعری کا الزام لگایا، آپ نے توحید کی تعلیم دی، انہوں نے شرک کا پرچار کیا، آپ نے اسلام کی دعوت دی، کفار نے دعوت کا انکار کیا، مسلمانوں نے ہجرت کی انہوں نے تعاقب کیا، مسلمانوں نے سرعام تلاوت کی، کفار نے اذیت دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدات کیے انہوں نے معاہدہ شکنی کی، اسلام پھیلتا رہا وہ روکنے کی کوشش میں لگے رہے، پیغمبر خدا اور مسلمان عمل میں رہے، کفار ومشرکین ردعمل میں رہے، وقت نے ثابت کردیا کہ جیت عمل کرنیوالوں کی ہوتی ہے۔ ردعمل کرنیوالے ناکام ہوتے ہیں کیونکہ انکو بیدار رکھنے کیلئے ہمیشہ ایمرجنسی حالات کی ضرورت ہے اور ایسے حالات ہمیشہ رہتے نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی خفیہ صلاحیتوں کو جگایا، انہیں ایک باعمل انسان بنایا، انہیں وہ سوچ دی جو عمل پر مبنی تھی۔ اس حوالے سے، کثیر واقعات ہماری رہنمائی کرتے ہیں کسی کافر، منافق یا مشرک نے آپ کی شان میں گستاخی کی، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی ہمیں حکم دیجئے! ہم اس گستاخ کی گردن سرتن سے جدا کردیں لیکن آپ نے منع فرمایا اور معاف کرنے کو ترجیح دی چونکہ یہ ردعمل کا نتیجہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور ہمیں تعلیم دی کہ ناقابل برداشت حالات میں ردعمل نہیں...... عمل کی بنیاد پہ سوچو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل کو عارضی غصہ، وقتی کیفیت اور جذباتی حالت ختم کردے، تم اپنی طاقت وصلاحیت کو عمل کیلئے جوڑ کر رکھو، یہ دنیوی اور اخروی ترقی کیلئے ذریعہ بنے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دوران جنگ ایک کافر سپہ سالار کے سینے پہ قتل کرنے کیلئے چڑھ بیٹھے، اس نے فوراً تھوک دیا، آپ اسی وقت اس کے سینے سے اٹھ گئے، اس نے کہا میں خدا کا دشمن ہوں اور میں نے آپ کی بھی گستاخی کی، آپ مجھے بیدردی سے قتل کردیتے لیکن آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا میں اس لئے اٹھ کھڑا ہوا کہ میری دشمنی کی وجہ یہ ہے کہ تو دشمنِ خدا ہے لیکن جب تو نے تھوکا تو میری ذاتی عداوت بھی اس میں شامل ہوگئی۔ یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہے لیکن اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ پہلو بھی اجاگر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کی تعلیم وتربیت کیسی کی تھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عمل کرنا سکھایا تھا۔ امت مسلمہ کو سیرت سے یہی سبق حاصل کرنا ہے کہ بین الاقوامی معاملات ہوں یا ملکی، سیاسی ہوں یا مذہبی، ردعمل کی پالیسی اختیار نہیں کرنی اور نہ ہی اپنی سوچ اور رویے کو اس کے تابع کرنا ہے، بس ہم نے عمل کیے جانا ہے کیونکہ عمل میں Originality ہے، ردعمل اشتعال وبرانگیختی کا نام ہے، اس کا نتیجہ سوائے

ضیاعِ وقت وصلاحیت کے اور کچھ نہیں ہے۔

3- تصادم سے گریز:

آپ ﷺ نے ٹکراؤ اور تصادم سے احتراز کیا، مکی زندگی ہو یا مدنی زندگی آپ نے بلاتفریق سب سے صلح جوئی کا راستہ اختیار کیا، مخالف فریق کی شرائط کو تسلیم کیا، اگرچہ وہ خود آپ کے اور آپ کے صحابہ کے خلاف تھیں، آپ نے اس حد تک جا کر بھی یہ بتا دیا کہ میں کسی قیمت میں تصادم نہیں چاہتا مثلاً صلح حدیبیہ کے موقع پر جو شرائط لکھی گئیں وہ بظاہر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی سے ''خیر'' پیدا فرمادی۔ آپ نے ہمیشہ امن وسلامتی کی تمنا فرمائی۔ Confrontation سے آپ نے ہمیشہ گریز کیا۔ جہاں تک جنگوں کا سوال ہے وہ بھی مسلمانوں پر مسلط کی گئیں، جب کفار ومشرکین نے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا ارادہ کرلیا تو مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی گئی، رب تعالیٰ کی طرف سے مدنی دور میں جنگ کی اجازت دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اجازت دشمن کی جنگی تیاریوں اور ان کی طرف سے ہونے والے مذہبی جبر کے باعث دی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ''عافیت'' کا سوال کیا اور اسی بات کی تلقین فرمائی۔ فتح مکہ کے دن جب کسی نے اسے جنگ وسزا کا دن قرار دیا تو آپ نے فرمایا نہیں یہ رحمت کا دن ہے، حالانکہ فتح مکہ کے روز کفار آپ کے سامنے محکوم قوم کی حیثیت رکھتے تھے لیکن آپ نے اس دن بھی ٹکراؤ سے پرہیز کیا بلکہ سب کو معاف فرمادیا۔ مسلمانوں کی حالت کوئی بھی ہو اسے ہر طرح جانی، مالی نقصان سے خود کو بچانا ہے، اپنے آپ کو خوامخواہ مشکل وامتحان میں ڈالنا خدا اور رسول کو پسند نہیں ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو راستوں کا اختیار ہوتا تو آپ دونوں میں سے وہ راستہ اختیار فرماتے جو سب سے زیادہ آسان ہوتا۔ آپ نے یہی فرمایا:

یسروا ولا تعسروا

بشروا ولا تنفروا

''آسانیاں پیدا کرو، تنگی پیدا نہ کرو، بشارت دو، متنفر نہ کرو۔''

ممکنہ حد تک غیر مسلم اقوام سے تصادم سے بچنا یہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے، تصادم سے پرہیز ہی دعوت اسلام کے امکانات کو بڑھاتا ہے، ٹکراؤ سے بچنا ہی غیروں کے دلوں میں مقام بنانے کا سبب ہے، اسلام محبت سے پھیلا اور اب بھی پھیلے گا۔

4- نظام اجتماعی:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ ومدینہ کے نظام اجتماعی کو یکلخت نہیں بدلا۔ آپ نے ایک ہی وقت میں سب محاذ نہیں کھولے، آپ نے مکہ میں لوگوں کو توحید کی دعوت دی انہیں خدا کی طرف بلایا، جو رویے بنیادی حقوق کے خلاف تھے ان کی نشاندہی فرمائی اور چند افراد ایسے تیار فرمائے جو ''بنیادی حقوق'' کا خیال رکھنے والے اور غیر انسانی رویوں سے پاک تھے۔ آپ نے ان کے سیاسی نظام کو جو قبائلی نظام پہ مشتمل تھا اسے غیر اسلامی قرار نہیں دیا کیونکہ اس نظام میں خوبیاں بھی تھیں۔ اس نے لوگوں کو آپس میں باندھ کر رکھا ہوا تھا، اس نظام میں سردار وقبیلہ کا تصور تھا، لوگ بڑوں کے فیصلے کو سنتے اور مانتے تھے۔ وہ قوم صحرا ؤ ریگستان کے ماحول میں پرورش پاتی اور جوان ہوتی، ان کی عادات و خصائل میں وہی وسعت وجفاکشی موجود تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے Talent کو اسلام کیلئے استعمال فرمایا، ایسے طریقہ کار اختیار نہ فرمایا اور نہ اپنے ماننے والوں کو اختیار کرنے دیا جو نظام اجتماعی کے خلاف ہو جس سے کچھ کرنے کے مواقع کم اور خوامخواہ کے مسائل کے اضافے کے امکانات زیادہ ہوں۔

یہ نکتہ اس حوالے سے بہت اہم ہے کہ ہمارے مصلحین ومبلغین معاشرے کو اخلاقی بنیادوں پر کھڑا نہیں کرتے اور نہ ہی لوگوں کی اصلاح کا کام کرتے ہیں لیکن نظام اجتماعی جو اپنی بسیار خامیوں خوبیوں کے ساتھ کام کر رہا ہوتا ہے اس کو بدلنے کیلئے ایک ایسی جنگ چھیڑ بیٹھتے ہیں جس سے خرابیوں میں اضافہ اور وہ اپنی صلاحیت اور وقت کو بے فائدہ جنگ میں جھونک دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے لوگوں کی اخلاقی اقدار کی بنیاد پر اصلاح کا کام کیا، اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ ایک ایسے معاشرے میں رہتے ہیں جہاں کرپشن، بدعنوانی، جھوٹ، فریب، دغابازی، زناکاری، شراب نوشی، حق تلفی، ظلم وزیادتی، انسانی حقوق کی پامالی، زمینوں پر قبضہ، غبن مال، ملاوٹ، رشوت ستانی اور ذخیرہ اندوزی جیسی برائیاں ہیں۔ لوگ معاملات میں کمزور ہیں، لوگوں کی فقط اخلاقی حالت ہی نہیں بلکہ علمی، فکری صلاحیت بھی زنگ آلود ہوچکی ہے، اصابت رائے اور وسعت خیال ناپید ہوچکے ہیں، جہاں لوگوں کے کردار کا یہ عالم ہو تو سب سے پہلے ایک مفکر، مصلح یا انقلابی شخصیت کو کیا کرنا چاہیے؟ واضح بات ہے ہر شخص یہی کہے گا کہ اسے معاشرے کی اصلاح کرنی چاہیے، وہ اصلاح علم، اخلاق اور فکر کی بنیاد پہ ہونی چاہیے، جب مصلحین یہ فریضہ سرانجام دیتے ہیں، اگلے مرحلے کیلئے معاشرہ خود تیار ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا کہ سب سے پہلے افراد سازی کا فریضہ سرانجام دیا، افراد سازی کے بعد معاشرے کے نظام اجتماعی میں جو خرابیاں تھیں ان کا علاج بھی خود بخود ہوتا چلا گیا۔

ہمارے مسلم ممالک میں ترجیحات برعکس ہیں جو کام ہمیں سب سے پہلے سرانجام دینا ہے، اس کے نشانات دور دور تک دکھائی نہیں دیتے اور

جو کام نتیجتاً خود بخود ہو جاتا ہے' اس کیلئے ہم اپنا سب کچھ کھپا دیتے ہیں۔ سب سے پہلے' ہم نظام کو چیلنج کرتے ہیں جس وجہ سے مسلم ممالک میں غیر ضروری مسائل نے جنم لیا ہوا ہے' مذہبی رہنما اسلام کے نام پہ حکمرانوں کو للکارتے اور نظام بدلنے کی بات کرتے ہیں حالانکہ جس نظام کو بدلنے کی بات کرتے ہیں اس کیلئے ذہن سازی اور افراد سازی بہت ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت رہنمائی کرتی ہے کہ سب سے پہلے نظام نہیں افراد بدلے جاتے ہیں ایسے افراد تیار کیے جاتے ہیں جو نظام اجتماعی میں ترمیم کرتے' اس کی خوبیوں کو باقی رکھتے اور خامیوں کو دور کرتے ہیں۔ ایسے لوگ تیار کیے جاتے ہیں جو نظام دیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بتاتی ہے اگر ابوجہل' ابولہب کے ہوتے ہوئے نظام بدلنے کی تحریک بھی چلائی جائے تو فائدہ مند ثابت نہیں ہوگی' فائدہ تب ہوگا اگر پہلے ابوبکر' عمر' عثمان اور علی رضی اللہ علیہم اجمعین جیسے لوگ تیار کر لئے جائیں۔

میں نے سیرت کے یہ چار اہم پہلو موجودہ حالات کی روشنی میں نقل کیے ہیں۔ آپ نے ان چار پہلوؤں کا مطالعہ کر لیا' اب آپ کا کام یہ ہے کہ آپ اس پہ غور و فکر کریں اور کوشش کریں اس رویے اور طرز عمل سے پرہیز کریں جو ہمیں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دکھائی دے۔ تعصّبات خواہ سیاسی ہوں یا مذہبی' گروہی ہوں یا ذاتی ان سب کی سیرت کے باب میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہم ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں جنہوں نے تعصّبات سے بالا ہو کر خالص دین کی اشاعت و دعوت کیلئے زندگی بسر کی۔ ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم بھی ایسے مسلمان بنیں جو اپنے ماحول و حالات سے بالا ہو کر سوچیں' لکھیں اور عمل کریں۔ اھدنا الصراط المستقیم۔

حیرت انگیز پیشنگوئیاں 5

سید قمر احمد سبزواری

قارئین کرام! حیرت انگیز پیشنگوئیوں کا یہ سلسلہ قسط وار ہے جس میں اپنوں اور پرایوں کی پیشن گوئیوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ ان پیشن گوئیوں سے تو ایسا لگتا ہے کہ ہم جس دَور میں جی رہے ہیں اس میں ان کا آغاز ہو چکا ہے۔ جیسے آپ ملکی اور بین الاقوامی تیزی سے بدلتے ہوئے حالات دیکھ رہے ہیں اور وہ وقت زیادہ دور نہیں امریکا اور اسرائیل کی تباہی و بربادی اور ہندوستان کے بھی حصے بخرے ہونے ہیں۔ اور انشاء اللہ پاکستانی قوم کو پوری دنیا کی امامت کا فریضہ سرانجام دینا ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظام پوری دنیا میں رائج کرنا ہے۔ لیکن اس کیلئے ہمیں تیاری کرنا ہے۔ ہمیں مادی، سیاسی، اور روحانی طور پر اپنے آپ کو بدلنا ہوگا۔۔۔۔ ادارہ

یہود کو چوتھی اور آخری مرتبہ سزا ملے گی

قدیم صحائف سماوی اور قرآن مجید میں بھی بنی نوع انسان کے مستقبل کے متعلق پیشگوئیاں (جنہیں خبریں کہنا زیادہ صحیح ہوگا) موجود ہیں' تاہم سب سے زیادہ واضح اور مفصل پیشگوئیاں' قرب قیامت کے متعلق پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں ہیں ان کے ذکر سے پہلے تورات اور انجیل کی بعض پیشگوئیوں کو لیتے ہیں بائبل (تورات) کے باب ''دانیال'' میں آنے والے ازمنہ کے متعلق کئی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ حضرت دانیالؑ بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک انتہائی نازک دور میں مبعوث ہوئے تھے۔ اس وقت فلسطین کی سرزمین (جہاں یہودیوں کی مختلف حکومتیں تھیں) فسق و فجور اور شیطانی اعمال سے بھر چکی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بدسرشت قوم کو سزا دینے کے لئے بابل سے بخت نصر کو بھیجا۔ چنانچہ 586 ق م میں بخت نصر نے حملہ کر کے یہودی آبادیوں اور ریاستوں کو تباہ کر دیا اور یروشلم اور ہیکل سلیمانی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اس تباہی کے بعد بخت نصر نے بنی اسرائیل کے بے شمار افراد کو قیدی بنا لیا۔ ان قیدیوں میں بعض دانشمند اور حکماء بھی تھے۔ حضرت دانیالؑ کی نصیحتوں اور انتباہوں کے باوجود بنی اسرائیل نے اپنی روش برقرار رکھی تھی۔ اس لئے اسے اس عظیم تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت دانیالؑ بھی ابتدا میں قیدی بنائے گئے تھے' لیکن ایک واقعہ کے بعد بادشاہ بخت نصر نے انہیں اپنا خاص مقرب بنا لیا تھا۔ ہوا یہ کہ بادشاہ نے ایک خوفناک خواب دیکھا' اگلے روز اس نے اپنی مملکت میں موجود تمام ساحروں' کاہنوں' نجومیوں اور غیب دانوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے' تم لوگ بتاؤ کہ میں نے کیا خواب دیکھا ہے اور یہ بھی بتاؤ کہ خواب کی تعبیر کیا ہے۔ ان لوگوں نے اصرار کیا کہ انہیں خواب بتایا جائے تو وہ اس کی تعبیر بیان کریں گے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ خواب بھی بتایا جائے اور خواب کی تعبیر بھی۔ کسی نے کہہ دیا کہ بنی اسرائیل کہ جو چند حکما قید ہیں وہ یہ کام کر سکتے ہیں۔ بادشاہ نے اب یہ حکم جاری کیا کہ اگر بنی اسائیل کے یہ حکماء بادشاہ کے خواب اور اس کی تعبیر نہ بتا سکیں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ اس پر حضرت دانیالؑ بادشاہ کے پاس لائے گئے اور انہوں نے پہلے بادشاہ کا خواب بیان کیا اور اس کے بعد خواب کی تعبیر بیان کی۔ بادشاہ کا خواب یہ تھا'' بادشاہ نے دیکھا کہ ایک بڑی مورت اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا' اس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے اور اس کا پیٹ اور اس کی رانیں تانبے کی تھیں' اس کی پنڈلیاں لوہے کی اور

اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے قریبی پہاڑ سے ایک پتھر کسی کے ہاتھ لگائے بغیر خود بخود ٹوٹا اور اُڑ کر اس شبیہ کے پاؤں پر لگا جو مٹی لوہے کے تھے، پتھر کے لگنے سے پاؤں چور چور ہو گئے۔ اس کے بعد اس مورت کا تمام لوہا، مٹی، تانبا، چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بھوسہ بن گیا اور ہوا انہیں اڑا کر لے گئی۔ لیکن جو پتھر کا وہ ٹکڑا جو اس مورت لگا تھا وہ بڑھنا شروع ہوا اور ایک زبردست پہاڑ بن گیا اور روئے زمین کو بھر دیا۔ حضرت دانیالؑ نے اس عجیب وغریب خواب کی تعبیر جو آنے والے زمانے کے متعلق تھی، بادشاہ کے سامنے بیان کی اور بادشاہ مطمئن ہوا اور حضرت دانیالؑ کو اپنا مقرب بنالیا۔ بائبل میں ہے کہ بخت نصر نے حضرت دانیالؑ کے خدا کو خداؤں کا خدا تسلیم کیا۔ اس سے عندیہ ملتا ہے کہ شاید بخت نصر ایمان لے آیا تھا۔ باب ''دانیال میں' حضرت دانیالؑ کے مکاشفات کا ذکر ہے جو آنے والے زمانوں کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ اس مضمون میں گنجائش نہیں کہ تمام مکاشفات کا ذکر کیا جائے۔ ایک عجیب وغریب رُویا یہ ہے (حضرت دانیالؑ کے الفاظ میں): ''اور میں کہہ رہا تھا اور اپنے اور اپنی اُمت اسرائیل کے گناہوں کا اقرار کر رہا تھا۔۔۔۔کہ وہ مردِ جبرائیل جسے میں نے شروع میں رُویا میں دیکھا تھا، تیز پرواز کے ساتھ آیا اور تقریباً شام کی قربانی کے وقت مجھے چھوا۔ وہ مجھے سمجھانے کو آیا اور کہا کہ اے دانیالؑ میں اس وقت اس لئے آیا ہوں کہ تجھے فہم و فراست دلاؤں۔۔۔۔پس تو کلام پر غور کر اور رویا کو سمجھ لے۔ تیری امت اور تیرے مقدس شہر کے لئے ستر ہفتوں کی معیاد مقرر ہوئی ہے کہ خطا بند اور گناہ ختم ہو جائے۔ بدکرداری کا کفارہ دیا جائے اور ابدی صداقت قائم ہو اور قدوس القدوسین مسوح ہو، پس تو معلوم کر اور سمجھ لے۔ اس حکم کے صادر ہونے سے لیکر کہ یروشلم دوبارہ تعمیر کیا جائے، مسیح کی آمد تک سات ہفتے ہونگے اور باسٹھ ہفتوں تک کوچوں اور فصیلوں کی بحالی ہوگی حالانکہ ایام مصیبت کے ہونگے۔ اس کے بعد ممسوح قتل کیا جائے گا اور اس کا کچھ نہ ہوگا اور ایک بادشاہ آئے گا جس کے لوگ شہر اور مقدس مقام کو مسمار کریں اور اس کا انجام ایک طوفان ہوگا اور آخر تک جنگ اور تباہی رہے گی۔۔۔۔'' اس پیشگوئی کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ یہ اسرائیل کی موجودہ ریاست کے قیام کی طرف اشارہ ہے، یہ بھی اشارہ ہے کہ آخر میں کوئی طاقت اسرائیل کو برباد کرے گی اور اس کے بعد زبردست جنگ وجدل اور تباہی دنیا میں ہوگی۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں یوحنا کا مکاشفہ جو موجودہ بائبل کے آخر میں ہے، معانی اور تعبیر کے لحاظ سے بہت پراسرار سمجھا جاتا ہے۔ اس مکاشفہ میں دجال کی آمد کی طرف اشارہ ہے جسے ایک حیوان کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ پیشگوئی کے مطابق یہ جانور بہت عجیب وغریب باتیں کرے گا اور نیک لوگوں سے جنگ کرکے انہیں مغلوب کرے گا، بلکہ تمام لوگوں اور قوموں پر چھا جائے گا۔ اور اس کا اقتدار زمین پر بیالیس ماہ (ساڑھے تین سال) تک رہے گا۔ یوحنا کے مکاشفہ کے مطابق، حضرت عیسیٰؑ بادلوں سے نمودار ہوں گے ''اور ہر آنکھ انہیں دیکھے گی اور وہ لوگ بھی جنہوں نے انہیں چھیدا تھا (یہودیوں کی طرف اشارہ)۔۔۔۔۔اور وہ اژدھا، پرانا سانپ یعنی ابلیس کو پکڑے گا اور ہزار سال تک اسے پابند کردے گا۔۔۔۔'' حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی جو ان کے حواری یوحنا نے کی تھی وہ بڑی حد تک احادیث نبوی ﷺ کی اس سلسلے میں پیشگوئیوں سے مطابقت رکھتی ہے۔

قرآن مجید میں اگلے جہان میں پیش آنے والے واقعات کی جو تفصیل اور تصویر ملتی ہے وہ کسی اور الہامی کتاب میں نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ قیامت کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے دنیا میں جو غیر معمولی حالات رونما ہوں گے ان کے بارے میں خبر دی گی ہے۔ قرآن حکیم کو ترجمہ کے ساتھ پڑھنے والے تمام مسلمانوں کو ان حیرت انگیز پیشگوئیوں کا بخوبی علم ہے۔ اس لئے ہم یہاں صرف چند اہم پیشگوئیوں کی جانب اشارہ کرتے ہیں تورات میں یہود کو انتباہ کیا گیا تھا کہ دنیا میں دو مرتبہ زبردست فساد برپا کریں گے اور دونوں مرتبہ انہیں سخت سزا دی جائیگی۔ قرآن مجید کی سورۃ بنی اسرائیل کی چوتھی آیت میں تورات کی اس تنبیہہ کا ذکر کیا گیا ہے: ''پھر ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات پر خبردار کیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد عظیم برپا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے''۔ یہ دونوں واقعات نزولِ قرآن سے پہلے اور نزولِ تورات کے بعد کے ہیں۔ پہلے فساد کے بعد بادشاہ بخت نصر' کے ذریعہ بنی اسرائیل کو سزا دی گئی اور یروشلم کو تباہ کردیا گیا۔ دوسرے واقعہ میں رومیوں کے ذریعے (بادشاہ طیطوس کے تحت) انہیں شدید سزا دی گئی۔ دوسری مرتبہ تباہی کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل کی ساتویں آیت میں ہے۔ اسی سورۃ کی آٹھویں آیت میں نزولِ قرآن کے بعد اور آمد قیامت سے قبل بنی اسرائیل کو مزید سخت سزائیں پہنچنے کے امکان کا ذکر ہے۔ فرمایا: ''۔۔۔۔تم نے اپنی پہلی روش کا پھر اعادہ کیا تو ہم بھی پھر اپنی سزا دوبارہ دیں گے'' (8:17)۔ یہود کو نزولِ قرآن کر بعد سب سے بڑی سزا جنگ عظیم دوم کے دوران ہٹلر کے ہاتھوں جرمنی میں دی گئی جس میں پچاس سے ساٹھ لاکھ تک یہودی ہلاک کردیئے گئے۔ یہ نتیجہ تھا اس زمانے میں فری میسن تنظیم کے ذریعہ دنیا کے سیاسی اور مالیاتی اداروں پر قبضے کی اسرائیلی کوششوں کا۔ اس سلسلے میں ہٹلر کی خود نوشت کا مطالعہ انسان کی آنکھیں کھول دیتا

ہے۔یہود کو چوتھی اور غالباً آخری مرتبہ سزا ملنے کے لئے حالات سازگار ہیں کیونکہ ایک بار پھر امریکہ اور برطانیہ کے سیاسی، مالیاتی اور ابلاغیاتی ذرائع پر مکمل قابض ہو جانے اور اسرائیل کی شکل میں ایک الگ ریاست قائم کرنے کے بعد انہوں نے زمین پر سخت فساد برپا کر دیا ہے حالیہ واقعات اس کے شاہد ہیں حقیقت یہ ہے کہ اسرائیلی قبیلے جب بھی کسی سرزمین میں اکٹھے ہوئے ہیں انہوں نے دنیا میں فتنہ ہی برپا کیا ہے اور ان پر عذاب کا کوڑا برسا ہے اس لئے یہود اگر منتشر رہیں تو خود ان کے لئے اور دنیا کی قوموں کے لئے بھی راحت اور عافیت ہے۔تاہم یہودی اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے (کہ وہ ہمیشہ منتشر رہیں اور سازشیں نہ کر سکیں) کے خلاف، جو انہیں تورات کے ذریعے خوب معلوم ہے، ایک جگہ جمع ہونے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 104 میں یہودیوں کی مصر سے بیدخلی کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا گیا ہے: ''۔۔۔۔۔پھر جب آخرت کے وعدے کا وقت آن پورا ہوگا تو ہم تم سب کو ایک جگہ جمع کر دیں گے''۔''تم سب'' سے یہاں مراد ہمارے نزدیک بنی اسرائیل کے مختلف قبائل ہیں۔ان میں وہ گمشدہ قبیلہ بھی شامل ہے جو افریقہ (ایتھوپیا) جا کر آباد ہو گیا تھا۔اس قبیلہ کے لوگ بھی تاریخ میں پہلی بار اسرائیل (فلسطین) جا کر آباد ہوئے ہیں چنانچہ یہ اکٹھ یا اسرائیلی ریاست کا قیام قرب قیامت کی ان نشانیوں میں سے ایک ہے جن کی طرف قرآن مجید میں اشارہ پایا جاتا ہے، کم از کم راقم الحروف کا یہی خیال ہے۔یاجوج ماجوج کا ذکر ''سورۃ کہف'' اور ''سورۃ انبیا'' میں ہے

''اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت آن پہنچے گا تو ہم ان کے لئے ایک جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا'' القرآن

یہ فرمایا کہ جب قیامت کے وعدے کے پورا ہونے کا وقت قریب آئے گا تو یاجوج اور ماجوج پابندیوں سے آزاد ہو کر ہر بلندی سے باہر نکلیں گے۔اگر ان سے مراد شمالی اقوام ہیں تو یقیناً یہ اقوام جنوب مشرق اور مغرب کی اقوام پر حملہ آور ہو چکی ہیں اور گزشتہ سو سال سے یہ اقوام دوسری قوموں میں شامل ہو چکی ہیں۔سورہ ''النمل'' کی آیت 82 میں ہے کہ ''اور جب ہماری بات پورا ہونے کا وقت آ پہنچے گا تو ہم ان کیلئے ایک جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا''۔اس پیشگوئی کی کئی عجیب و غریب تعبیریں کی گئی ہیں۔حضرت عیسیٰؑ کے حواری یوحنا کے مکاشفہ میں بھی قیامت کے قریبی زمانے میں ایک انسانوں سے کلام کرنے والے جانور کا ذکر ہے۔میرے نزدیک ''دابۃ الارض'' سے مراد کوئی مادہ پرست قوم نہیں بلکہ جانور ہی ہے۔اگر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی خدا کی قدرت سے پیدا ہو سکتی ہے تو یہ جانور بھی زمین سے کیوں نہیں نکل سکتا؟ یہ جانور انسانوں سے کلام کرے گا اور کوئی شخص اسے ہلاک نہ کر سکے گا۔

ہر پیغمبر غیب کی خبریں دینے والا ہوتا ہے اسی لئے نبی کہلاتا ہے۔یہ خبریں پیغمبر کو وحی کے ذریعے ملتی ہیں۔کبھی عالم رویا میں، کبھی القا سے اور کبھی کھلی آنکھوں سے مستقبل کی تصویر دکھائی دیتی ہے۔جو غیبی باتیں ایمان، اصلاح اور تبلیغ کے خیال سے لوگوں تک پہنچائی جاتی ہیں۔یہ وہ راز ہیں جو نبی اور اللہ کے درمیاں رہتے ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے زمانوں میں، خصوصاً قرب قیامت کے واقعات کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تفصیلی باتیں بتائی تھیں ان کا ذکر احادیث کے مختلف مجموعوں میں ہے۔ہم اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی بعض پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

قیامت کے قریبی زمانے میں ایک مشترکہ دشمن (یہود دجال) کے خلاف مسلمانوں اور عیسائیوں کی مشترکہ جدوجہد اور بعد میں باہمی اختلاف اور جنگ کا ذکر اس حدیث میں ہے ''مسلمانو! تم عنقریب رومیوں (عیسائی اقوام) سے ایک پرامن معاہدہ کرو گے۔پھر تم اور رومی ایک دشمن سے لڑو گے، تم کو امداد دی جائے گی اور تم سلامت رہو گے، پھر تم سب واپس ہو گے اور سرسبز و شاداب مقام پر ٹھہرو گے جہاں ایک عیسائی صلیب لے کر کھڑا ہو گا اور اعلان کرے گا کہ ہم نے صلیب کی برکت سے فتح اور غلبہ حاصل کیا ہے۔اس پر ایک مسلمان غضب ناک ہو جائے گا اور صلیب کو توڑ دے گا۔اس وقت رومی میثاق کو توڑ دیں گے اور جنگ کیلئے لشکر جمع کریں گے'' (ابوداؤد بروایت ذی فجر)۔صحابی عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کردہ ایک حدیث ہے۔''دنیا اس وقت تک ختم نہ ہو گی جب تک کہ عالم عرب پر ایک شخص قبضہ نہ کرے گا''۔اس حدیث سے واضح ہے کہ ایک بہت ہی بہادر اور جری شخص مشرق وسطیٰ میں ظاہر ہو گا اور عرب دنیا اسے اپنا لیڈر مان لے گی۔یہی شخص (ڈکٹیٹر) اسرائیل کے خلاف عالم اسلام کی فوجوں کی کمان کر سکتا ہے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ ایک حدیث کے مطابق قیامت سے پہلے دو بڑے گروہ آپس میں شدید جنگ کریں گے۔یہ عالمی جنگ ہو گی جس میں بہت زیادہ خونریزی اور قتل عام ہو گا۔یہ اشارہ واضح طور پر تیسری عالمی جنگ کی طرف ہے۔دو گروہوں میں ممکن ہے ایک مسلمان، ان کے اتحادیوں اور دوسرا گروہ مغربی اقوام کا ہو سکتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک پیشگوئی ہے قیامت کے نزدیکی دور میں عرب کے جنوبی کنارے (عدن، عمان وغیرہ) سے آگ نکلے گی۔اس آگ کا سبب ایٹمی یا کوئی اور خوفناک ہتھیار ہو سکتے ہیں۔جن سے جنوبی عرب کے تیل کے ذخیروں کو آگ لگ جائے اور پھر وہ آگے پھیلتی چلی جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جاری ہے۔



قارئین کرام! موضوع نہایت اہم ہے۔ کچھ لوگ آجکل آقا کریم ﷺ کی اولاد پاک کے حوالے سے غلط نظریات پھیلا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ آقا کریم ﷺ کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے صرف ایک ہی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں اور کوئی اولاد نہیں تھی باقی اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پہلے خاوند سے تھی اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مضمون شائع کیا جارہا ہے۔ حالانکہ مضمون طویل ہے۔ لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر ایک ہی بار میں شائع کیا جارہا ہے۔ ادارہ

مؤرخین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھی۔ بیٹوں کی تعداد میں البتہ اختلاف ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔ اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ تین لڑکے تھے حضرت قاسم حضرت عبداللہ حضرت ابراہیم بعضوں نے کہا چوتھے صاحبزادے حضرت طیب اور پانچویں حضرت طاہر تھے۔ بعض کہتے ہیں طیب اور طاہر ایک ہی صاحبزادے کے نام ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ہی کا نام طیب اور طاہر تھا اس طرح تین ہوئے لیکن اکثر کی تحقیق تین بیٹوں کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد حضرت ابراہیم کے سوا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئی۔

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے اور بعثتِ نبوت سے پہلے ہی انتقال فرما گئے۔ دو سال کی عمر پائی انہیں کے نام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی۔ مکہ میں ولادت ہوئی اور وہیں انتقال ہوا۔ : زرقانی ج3 ص24

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادہ کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور حضرت قاسم کی طرح ان کی والدہ کا نام بھی حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ حضرت عبداللہ اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور ایک سال چھ ماہ آٹھ دن زندہ رہے اور طائف میں وفات پائی: امہات المؤمنین:

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اولاد ہیں جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعا عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ یہ 8 ہجری کا واقعہ ہے حضرت ابورافع نے حاضر ہوکر ولادت کی خوشخبری دی اس بشارت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع کو ایک غلام عنایت فرمایا۔ ساتویں روز اس شہزادہ رسول کا عقیقہ کیا۔ دو مینڈھے ذبح کرائے سر منڈایا بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔ بال زمین میں دفن کئے۔ ابراہیم نام رکھا۔ تقریباً سولہ ماہ زندہ رہ کر 10 ہجری میں انتقال فرمایا: بنات اربع بحوالہ زادالمعاد لابن قیم:

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام ونسب: حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی ہیں۔ بعثتِ نبوت سے دس سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت تیس برس تھی۔ ان کی ولدہ کا نام حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں۔

ابتدائی حالات: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو جس طرح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی اعلان پر اسلام قبول فرمالیا۔ اسی طرح اپ کی اولاد بھی مشرف با اسلام ہوئی۔ اس وقت سیدہ زینب کی عمر دس سال تھی :البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۱۳

نکاح: حضرت زینب کا نکاح حضرت ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس بن عبدمناف سے ہوا۔ حضرت ابوالعاص کا نسب چہارم پشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔ حضرت ابوالعاص مکہ کے صاحب ثروت شریف اور امانت دار انسان تھے۔ حضرت ابوالعاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خواہرزادہ ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد بن یاسد ہے جو حضرت خدیجہ کی حقیقی بہن ہیں اور حضرت خدیجہ حضرت ابوالعاص کی خالہ ہیں۔ ابوالعاص حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ حضرت فاطمہ اور حضرت زینب حقیقی بہنیں ہیں اس بنا پر حضرت علی اور حضرت ابوالعاص آپس میں ہم زلف ٹھہرے۔

مشرکین مکہ کے ناپاک عزائم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ نے ہر طرح کی تکالیف پہنچائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا الہ الا اللہ کی صدا سے پورے مکہ میں انقلاب برپا کردیا مشرکین مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید تکلیف پہنچانے کے لیے حضرت ابوالعاص کو اس بات پر اکسایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب کو طلاق دے دو اور قبیلہ قریش میں سے تم جس عورت سے

نکاح کرنا چاہو ہم وہ عورت پیش کر سکتے ہیں۔ جواب میں حضرت ابوالعاص نے فرمایا قال لا وللہ اذن لا افارق صاحبتی اللہ کی قسم میں اپنی بیوی سے ہرگز جدا نہیں ہوسکتا ؛ذخائر العقبی ص ۱۵۷۔ البدایہ لابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۳

شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام میں بھی ابوالعاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے محصورین کے لیے خوراک کی فراہمی کا بندوبست کرتے رہے۔ البدایہ ج ۳ ص ۲۱۳۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ابوالعاص نے ہماری دامادی کی بہترین رعایت کی اور اس کا حق ادا کر دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت ابوالعاص نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

نبوت کے تیرھویں سال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت فرمائی۔ اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ میں اپنے سسرال کے ہاں تھیں۔ ہجرت کے بعد اسلام کا ایک دوسرا دَور شروع ہوتا ہے مدنی زندگی میں اسلام اور کفر کے درمیان بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں ان میں ایک مشہور جنگ غزوہ بدر کے نام سے معروف ہے اور اس جنگ بدر میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کی طرف سے جنگ میں شریک ہو کر آئے۔ جنگ بدر میں جب اہل اسلام کو فتح ہوگئی تو جنگی قاعدہ کے مطابق شکست خوردہ کفار کو اہل اسلام نے قید کر لیا اور ان قیدیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے داماد حضرت ابوالعاص بھی شامل تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ فیصلہ ہوا ۔ جو قیدی لائے گئے ہیں ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کو چھوڑانے کے لیے فدیے اور معاوضے بھیجنے شروع کیے۔ اس ضمن میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند حضرت ابوالعاص کی رہائی کے لیے اپنا وہ ہار جو ان کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا بھیجا مدینہ شریف میں یہ فدیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیے گئے۔ اور حضرت ابوالعاص کا فدیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہار کی شکل میں پیش ہوا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نظر فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بلا اختیار رقت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور اس کو دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہوگئی ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت کے اثر میں تمام صحابہ متاثر ہوئے۔

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا اگر تم ابوالعاص کو رہا کر دو اور زینب کا ہار واپس کر دو تو تم ایسا کر سکتے ہو۔ اس وقت صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ارشاد درست ہے ہم ابوالعاص کو بلا فدیہ رہا کرتے ہیں۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہار واپس کرتے ہیں۔

اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاص سے وعدہ لیا۔ کہ جب مکہ واپس پہنچیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہمارے ہاں مدینہ بھیج دینا۔ چنانچہ حضرت ابوالعاص نے وعدہ کر لیا۔ تو انہیں بلا معاوضہ رہا کر دیا گیا: دلائل النبوہ للبیہقی ص ۳۲۴ ج ۲ : مسند احمد بن حنبل ص ۳۲۴؛ ابوداود شریف ج ۲ ص ۳۶۷ مشکوہ شریف ص ۶۴۳ ؛ البدایہ والنہایہ ص ۲۱۳ ج ۳

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ رہا ہو کر مکہ آئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو تمام احوال ذکر کیے اور مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ اور جو وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا وہ ایام بھی آ گئے تو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ روانہ کیا۔ کنانہ نے اپنی قوس اور ترکش کو بھی ساتھ لیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سواری کے اوپر کجاوہ میں تشریف فرما تھی۔ اور کنانہ آگے آگے ساتھ چل رہا تھا۔ اس دوران اہل مکہ کو اطلاع ہو گئی جب وادی ذطوی کے پاس پہنچے تو مکہ والے پیچھے سے پہنچ گئے ہبار بن اسود نے ظلم کرتے ہوئے نیزہ مار کر سیدہ کو اونٹ سے گرا دیا جس سے آپ زخمی ہوگئیں اور حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ نے اپنا ترکش کھول دیا اور تیراندازی شروع کر دی اور کہا جو بھی قریب آئے گا اس کو تیروں سے پرو دیا جائے گا۔ کفار نے کہا کہ اپنے دشمن کی بیٹی کو علانیہ جانے دیا تو لوگ ہمیں کمزور سمجھیں گے ۔ اس لیے انہیں چند یوم بعد رات کی تاریکی میں لے جانا۔ کنانہ نے رائے تسلیم کر لی اور چند دنوں کے بعد رات کے وقت مکہ سے باہر مدینہ سے آتے ہوئے صحابہ حضرت زید بن حارثہ اور ان کے پاس پہنچایا پس وہ دونوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے؛ البدایہ والنہایہ ص ۳۳۰ ج ۳۔ زرقانی ج ۳ ص ۲۲۳

ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

مکہ مکرمہ سے قریش کا ایک قافلہ جمادی الاول ۶ ہجری میں شام کے لیے عازم سفر ہوا اور ابوالعاص بھی اس قافلہ میں شریک تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو 710 سواروں کے ہمراہ قافلہ کے تعاقب کے لیے روانہ کیا۔ اور مقام عیص میں قافلہ ملا کچھ لوگ گرفتار ہوئے اور باقی بھاگنے میں کامیاب ہوگئے ۔ حضرت ابوالعاص حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دے دی۔ اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سفارش پر تمام مال واسباب ان کے حوالے کر دیا۔ حضرت

ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے مکہ جا کر جس جس کا مال تھا اس کے حوالہ کیا اور پوچھا کسی کا مال تو میرے ذمہ باقی نہیں۔ تو تمام لوگوں نے کہا۔ فجزاك الله خيرا فقد وجدناك وفيا كريما۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے ہم نے تمہیں بڑا شریف اور وفادار پایا ہے اس کے بعد قریش مکہ کے سامنے اسلام کا اعلان کیا اور مکہ سے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ تو حضور نے حضرت زینب کو ان کے حوالے کردیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لخت جگر نے اسلام کے لیے ہجرت کی اور تمام مصائب وآلام دین کے لیے برداشت کئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر جب دربار رسالت میں آئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ھی خیر بناتی اصیبت فی ھی افضل بناتی اصیبت فی۔ میری بیٹیوں میں زینب بہترین بیٹی ہے جس کو میری وجہ سے ستایا گیا۔ یہ افضل بیٹی ہے جس کو میری وجہ سے روکا گیا۔

:مجمع الزوائد للهيثمي ج٩ ص٢١٣: دلائل النبوه للبيهقي ج٢ ص٤٢٦:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تمام اولاد حضرت ابوالعاص بن الربیع سے ہوئی۔ ان میں ایک صاحبزادہ جس کا نام علی تھا۔ اور ایک صاحبزادی جس کا نام امامہ بنت ابوالعاص تھا اور ایک صاحبزادہ صغرسنی میں ہی فوت ہوگیا،

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں پرورش پاتے رہے۔ اور جب مکہ فتح ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا تھا۔ اور یرموک کے معرکہ میں شہید ہوئے۔ اور بعض کے نزدیک یہ قریب البلوغ ہو کر فوت ہوئے۔

:اسد الغابہ لابن کثیر ج ۴ ص ۱۴۱۔ الاصابہ لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۵۰۳:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بن حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی محبت فرمایا کرتے۔ ایک دفعہ نبی کریم نماز کے لیے تشریف لائے کہ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا حضور کے دوش پر سوار ہیں۔ آپ ﷺ نے ایسی حالت میں نماز ادا فرمائی۔ جب رکوع جاتے تو اُتار دیتے جب کھڑے ہوتے تو اٹھالیتے: بخاری شریف ج ۱ ص ۴۷۔ مسلم شریف ج ۱ ص ۲۰۵۔ مسند ابو داود طیالسی ص ۸۵۔ ابو داود شریف ج ۱ ص ۱۳۲۔ صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۳۱۳:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم کی خدمت میں بیش قیمت ہار بطور ہدیہ آیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تشریف فرما تھیں اور یہی حضرت امامہ صحن میں کھیل رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے پوچھا یہ ہار کیسا ہے۔ سب نے کہا کہ ایسا خوبصوت ہار تو ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لادفعنها الی احب اهلی الی۔ یہ ہار میں اس کو دوں گا جو میرے اہل بیت میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قیمتی ہار خود اپنے دست مبارک سے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں پہنا دیا (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۰۔ مجمع الزوائد للھیثمی ج ۹ ص ۲۵۴۔ الفتح ربانی ج ۲۲ ص ۲۰۴ الاصابہ ج ۴ ص ۲۳۰:)

امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میرے بعد شادی کریں تو میری بڑی بہن کی بیٹی امامہ کے ساتھ کرنا۔ وہ میری اولاد کے حق میں میری قائمقام ہوگی

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وصیت کے مطابق ۱۲ ھ میں حضرت امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت زبیر بن عوامؓ نے اپنی نگرانی میں ان کی شادی حضرت علی سے کردی۔ یہ نکاح مسلّم بین الفریقین ہے۔ اہلسنت اور شیعہ حضرات اپنے اپنے مقام میں اس کو ذکر کیا کرتے ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے رجوع فرمائیں: الاصابۃ ج ۳ ص ۴۳۳ انوار النعمانیہ ج ۱ ص ۳۶۷

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال پر ملال

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ سے مدینہ تشریف لاتے ہوئے دوران ہجرت ہبار بن اسود کے نیزہ سے زخمی ہوئی تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کا وہی زخم دوبارہ تازہ ہوگیا جو ان کی وفات کا سبب بنا۔ اسی وجہ سے بڑے بڑے اکابرین، صاحب قلم حضرات نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ”فکانوا یرونها ماتت شهیده“ حافظ ابن کثیر نے لکھا کہ ان کو شہیدہ کے نام سے تعبیر کیا جانا چاہیئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غمزدہ ہوئے اور تمام بہنیں اس حادثہ فاجعہ سے اور تمام عورتیں شدت جذبات سے رودیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدہ کی وفات کا سن کر حاضر ہوئے عورتوں کو روتا دیکھ کر آپ نے منع فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا” اے عمر سختی سے ٹھہر جائیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: شیطانی آوازیں نکالنے سے پرہیز کریں۔ پھر فرمایا: جو آنسو آنکھوں سے بہتے ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے تو یہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کی رحمت سے ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۲)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا اعزاز

سیدہ کے غسل کا اہتمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہوا۔ حضرت اُمّ ایمن، حضرت سودہ، حضرت اُم سلمہ، حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہن نے غسل دیا۔

حضرت اُم عطیہ فرماتیں ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد تشریف لائے اور فرمایا کہ زینب کے نہلانے کا انتظام کرو پانی میں بیری کے پتے ڈال کر اُبالا جائے اور اس پانی کے ساتھ غسل دیا جائے۔ اور غسل کے بعد کافور کی خوشبو لگائی جائے جب فارغ ہو جائیں تو مجھے اطلاع کرنا پس ہم نے اطلاع کر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند اتار کر جسم اطہر سے عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے اس تہبند کو کفن کے ساتھ رکھ دو (بخاری ج ا ص ۱۶۷۔ مسلم ج ا ص ۳۰۴)

سیدہ کا جنازہ: جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا جنازہ تیار ہو گیا تو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ پردہ داری سے میت کو تدفین کے لیے لے جایا گیا۔

سیدہ کا ایک اور اعزاز:

خالق ارض وسمٰوات نے حضرت زینب کو یہ اعزاز بھی دیا کہ ان کا جنازہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا اور روایات میں آتا ہے ''وصلی علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' حوالہ انساب الاشراف ج ا ص ۴۰۰

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی قبر میں خود اترے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سیدہ کو دفنانے کے لئے حاضر ہوئے۔ ہم قبر پر پہنچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم تھے۔ ہم میں سے کسی کو بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ قبر کی لحد بنانے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں آپ کو اطلاع کی گئی کہ قبر تیار ہو گئی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر کے اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لائے تو آپ کا چہرہ انور کھلا ہوا تھا اور غم کے آثار کچھ کم تھے۔ اب عشاق عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ اس سے پہلے آپ کی طبیعت بہت مغموم نظر آ رہی تھی اب آپ کی طبیعت میں بشاشت ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ قبر کی تنگی اور خوفناکی میرے سامنے تھی اور سیدہ زینب کی کمزوری اور ضعف بھی میرے سامنے تھا اس بات نے مجھے رنجیدہ خاطر کیا پس میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ زینب کے لئے اس حالت کو آسان فرما دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے منظور فرما لیا اور زینب کے لئے آسانی فرما دی۔ (مجمع الزوائد للہیثمی ج ۳ ص ۴۷۔ کنز العمال ج ۸ ص ۱۲۰)

میں نے بڑے اختصار کے ساتھ سیدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پیدائش تا وفات لکھ دیئے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بڑی لخت جگر کے ساتھ کیسا مشفقانہ معاملہ تھا کہ زندگی میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاصل رہی اور وفات کے بعد تمام معاملات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہوئے۔

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام ونسب: حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ اور یہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوٹی ہیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد بن اسد ہے۔ یہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین برس بعد پیدا ہوئیں۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً تینتیس برس تھی۔

ابتدائی حالات: حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں پرورش پائی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر سات سال تھی۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ تو ان کے ساتھ آپکی صاحبزادیوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۴۔ الاصابہ لابن حجر)

قبل از اسلام سیدہ کا نکاح

نبی کریم نے اپنی بیٹی حضرت رقیہ کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کیا تھا ابھی رخصتی ہونا باقی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ خاتم النبیین کے عظیم منصب پر فائز ہوئے پیغمبر اسلام کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنے اور پیغام حق کے مقابلہ میں کفر اور شرک کی اشاعت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے وحی کا نزول کر کے ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت فرمائی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا اگر تم محمد کی بیٹیوں کو طلاق دے کر ان سے علیحدگی اختیار نہیں کی تو تمہارا میرے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ دونوں بیٹوں نے حکم کی تعمیل کی اور دختران رسول سیدہ رقیہ اور سیدہ اُمّ کلثوم کو طلاق دے دی۔ (طبقات ابن سعد ج۔ الاصابہ الابن حجر ص ۲۹۷)

سیدہ رقیہ کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح

جب ابولہب کے لڑکوں نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق

دے دی

تو اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ مکرمہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دوں ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور ساتھ ہی رخصتی کر دی۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۵)

سیدہ رقیہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کی ہجرت حبشہ

جب کفار کے مظالم حد برداشت سے بڑھ گئے تو نبوت کے پانچویں سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور ان کے ساتھ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ راہ خدا میں ہجرت کرنے والوں کا یہ پہلا قافلہ تھا اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جوڑا خوبصورت ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۶۶

ایک عورت حبشہ سے مکہ پہنچی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہجرت کرنے والوں کے حال احوال دریافت فرمائے تو اس نے بتایا کہ اے محمد ﷺ میں نے آپ کے داماد اور آپ کی بیٹی کو دیکھا ہے آپ نے فرمایا کیسی حالت میں دیکھا تھا؟

اس نے عرض کیا: عثمان اپنی بیوی کو سواری پر سوار کیے ہوئے جا رہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب اور ساتھی ہو حضرت عثمان ان لوگوں میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی ۔ البدایہ لابن کثیر ج ۳ ص ۶۶

مدینہ کی طرف ہجرت

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت فرمانے والے ہیں تو حضرت عثمان چند صحابہ کرام کے ساتھ مکہ آئے اسی دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جا چکے تھے ۔ ہجرت حبشہ کے بعد حضرت عثمان ہجرت مدینہ کے لئے تیار ہو گئے اور اپنی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سمیت مدینہ کی طرف دوسری ہجرت فرمائی۔ الاصابہ لابن حجر ج ۴ ص ۲۹۸ ۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

حبشہ کے زمانہ قیام میں ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا جس کی وجہ سے حضرت عثمان کی کنیت ابو عبداللہ مشہور ہوئی۔ عبداللہ کا ۶ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ خود پڑھی حضرت عثمان نے قبر میں اتارا۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۶

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری

۲ ہجری غزوہ بدر کا سال تھا حضرت رقیہ کو خسرہ کے دانے نکلے اور سخت تکلیف ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی تیاری میں مصروف تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام غزوہ میں شرکت کے لئے روانہ ہونے لگے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تیار ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خطاب کر کے فرمایا: رقیہ بیمار ہے آپ ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں ہی مقیم رہیں آپ کے لئے بدر میں شرکت کرنے والوں کے برابر اجر ہے اور غزائم میں بھی ان کے برابر حصہ ہے۔۔ بخاری ج ۱ ص ۵۲۳

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر میں شریک تھے۔ حضور کی عدم موجودگی میں سیدہ رقیہ کا انتقال پر ملال ہوا پھر ان کے کفن دفن کی تیاری کی گئی یہ تمام امور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سر انجام دیئے۔

غزوہ بدر کی فتح کی بشارت لے کر جب زید بن حارثہ مدینہ شریف پہنچے تو اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کرنے کے بعد دفن کرنے والے حضرات اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑ رہے تھے۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۵

چند ایام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو جنت البقیع میں قبر رقیہ پر تشریف لے گئے اور حضرت رقیہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

ایک روایت میں ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت رقیہ کی تعزیت پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کا شکر شریف بیٹیوں کا دفن ہونا بھی عزت کی بات ہے۔۔

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام و نسب: حضرت سیدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری بیٹی ہیں یہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوٹی ہیں۔ یہ بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

قبول اسلام: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نگرانی میں ہوش سنبھالا۔ اور آغوش رسالت میں پرورش پائی ۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو یہ تمام بہنیں اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ اسلام لائیں۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۶ ۔ طبقات ابن سعد ص ۵۲۔

نکاح اوّل اور طلاق: اعلان نبوت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اپنے چچا ابولہب

کے بیٹے عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ لیکن جب اسلام کا دور آیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا۔ اور قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ اور قرآن کریم میں سورہ لہب نازل ہوئی جس میں ابولہب اور اس کی بیوی کی مزمت کی گئی ۔ تو ابولہب نے اپنے بیٹے عتیبہ سے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو طلاق دے دو۔ تو عتیبہ نے طلاق دے دی۔

مدینہ طیّبہ کی طرف ہجرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیّبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے کچھ افراد مکہ میں رہ گئے تھی۔ جن میں اُم المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی بیٹی حضرت اُم کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شامل تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو رافع اور حضرت زید بن حارثہ کو روانہ کیا۔ اور خرچ کے لیے 500 درہم حضرت ابو بکر صدیق نے پیش کیے۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ پہنچے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں یعنی اُم المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر مدینہ طیّبہ جا پہنچے۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۱۸۔ البدایہ لابن کثیر ج ۲۰۲۳۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ ما انا ازوّج بناتی ولکن اللہ تعالی یزوجھن۔ میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کی تزویج میں نہیں دیتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں ۔ المستدرك للحاکم ج ۴ ص ۹۴۔

جب حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت صدمہ پہنچا۔ وہ ہر وقت غم میں ڈوبے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غمگین دیکھا تو فرمایا ۔ مالی اراك مھموما ؟ عثمان تمہیں کیوں غمزدہ دیکھ رہا ہوں؟

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں۔ آقا مصیبت کا جو پہاڑ مجھ پر گرا ہے کسی اور پر نہیں گرا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی جو میرے نکاح میں تھی۔ انتقال فرما گئیں ۔ جس سے میری کمر ٹوٹ گئی۔ اور وہ رشتہ مصاحبت بھی ختم ہو گیا جو میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی اور فرمایا کہ یہ جبرائیل میرے پاس آئے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے نکاح میں دوں اور جو مہر رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے مقرر ہوا تھا اُسی کے موافق اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ہو۔ ابن ماجہ۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۶ ۔ کنز العمال ج ۶ ص ۵۷۳۔

چنانچہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ربیع الاوّل ۲ ہجری میں ہوا۔ اور جمادی الاخریٰ میں رخصتی ہوئی۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۲ ۔ اسد الاغابہ لابن اثیر الجزری ج ۵ ص ۳۱۶۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا ایک منفرد اعزاز

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دولختِ جگر آئیں ۔ جس کی وجہ سے ان کو ذوالنورین کہا جاتا ہے ۔ اسی طرح انہیں دو ہجرتیں کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ایک حبشہ ایک مدینہ کی طرف تو ذوالہجرتین کا لقب حاصل ہوا۔ ابن عساکر میں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی انسان ایسا نہیں گزرا جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں سوائے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔

عدم اولاد: روایات کے مطابق حضرت سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے مثال شوہر

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا: بیٹی: عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں۔ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ کسی کام سے گئے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ ابا جان وہ بہت اچھے اور بلند مرتبہ شوہر ثابت ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹی کیوں نہ ہوں۔ وہ دنیا میں تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں۔ ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے صحابہ میں سب سے زیادہ میرے اخلاق اور عادات سے مشابہ ہیں۔ سیرت حلبیہ ج ۴ ص ۴۴۔

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تیسری بیٹی حضرت سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شعبان ۹ ہجری کو انتقال فرما گئیں۔ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا چھ سال تک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں رہیں ۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۲۔

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ پھر غموں کے سمندر کے میں ڈوب گئے۔ ان حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: لو کن عشرا لزوّجتھن عثمان، یعنی میرے پاس دس بیٹیاں

بھی ہوتی تو میں یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح میں دے دیتا،، طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۲ ،مجمع الزوائد ھیثمی ج ۹ ص ۲۱۷۔بعض روایات میں اس سے زیادہ تعداد بھی منقول ہے۔

-حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غسل اور نماز جنازہ

حضرت سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد اُن کے غسل وکفن کے انتظامات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائے۔سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، لیلی بنت قانف رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اور اُم عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیا۔طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۲، اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۶۔

جب حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غسل اور کفن ہو چکا تو ان کے جنازہ کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔: طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۲ ،شرح مواھب اللدنیہ للزرقانی ج ۳ ص ۰۰۲۔

حضرت سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دفن

نماز جنازہ کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفن کرنے کے لیے جنت البقیع میں لایا گیا۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے۔حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر میں اترے، اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے ساتھ قبر میں اترے اور دفن میں معاونت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دفن کے موقع پر قبر کے پاس تشریف فرما تھے۔میں نے دیکھا کہ۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے فرط غم کی وجہ سی آنسو جاری تھے۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ولادت باسعادت: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ان کی والدہ کا نام بھی حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے ۔حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعثت نبوی کے بعد جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں ۔بعض سیرت نگاروں کے نزدیک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت جس زمانہ میں قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اس وقت ہوئی۔اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال تھی ۔(رجوع کر سکتے ہیں) طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۱، الاصابہ لابن حجر ج ۴ ص ۵۶۳، الاصابہ فی تمیز الصاحبہ ج ۴ ص ۵۶۳۔

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحزادیوں میں سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ان کا اسم گرامی: فاطمہ ہے ۔اوران کے القاب میں

زھرا،
بتول،
زاکیہ،
راضیہ،
طاھرہ،
بضعۃ الرسول

خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

پرورش: ان کی پرورش اور تربیت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

شمائل اور خصائل: حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ان کی سیرت اور طرز طریق کو محدثین اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ :فاقبلت فاطمہ تمشی۔ماتخطئی مشیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم شیأ۔یعنی جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چلتی تھیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چال ڈھال اپنے والد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ ہوتی تھی۔اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں قیام وقعود، نشست وبرخاست، عادات واطوار میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔مسلم شریف ج ۲ ص ۰۹۲، الاستیعاب ج ۴ ص ۳۶۳، حلیۃ الاولیا لابی نعیم الصفھانی ج ۲ ص ۹۳۔

شعب ابی طالب میں محصوری

اسلام کا راستہ روکنے کے لیے کفار مکہ نے حضور صلی اللہ ولیہ وسلم کے خاندان، صحابہ کرام، ازواج مطہرات: اور بنات رسول: کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ صبر آزما لمحات اپنے اعزہ واقارب اور عظیم والدین کے ہمراہ صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کئے۔

ہجرت: حضور نبی کریم صلی للہ علیہ وسلم ہجرت فرما کے مدینہ تشریف لے گئے۔اس وقت حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ میں تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لانے کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعین فرمایا اور دو اونٹ دیے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ سو درہم زادراہ کے لیے دیے۔ یہ دونوں بنات طیبات ان کے ہمراہ مدینہ تشریف لائیں۔ البدایۃ لابن کثیر ج ۳ ص ۲۰۲۔

نکاح: ماہ رجب ۲ ہجری میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ نکاح کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اکیس یا چوبیس برس اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر پندرہ یا اٹھارہ برس تھی۔ تفسیر القرطبی ج ۱۴ ص ۱۴۲۔

اس نکاح کے گواہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ذخائر العبقی المحب الطبری ص ۳۰۔

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کی تیاری

نبی کریم صلی اللہ علی وسلم نے اپنی لخت جگر کی رخصتی کے لیے تمام تیاری سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد فرمائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ اس موقع پر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس کام میں ان کی معاون تھیں۔ کہ ہم نے وادی بطحا سے اچھی قسم کی مٹی منگوائی۔ جس سے اس مکان کو لیپا پونچا اور صاف کیا۔ پھر ہم نے اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال درست کر کے دو گدے تیار کیے۔ اور خرما اور منقی سے خوراک تیار کی اور پینے کے لیے شیریں پانی مہیا کیا۔ پھر اس مکان کے ایک کونے میں لکڑی گاڑ دی تا کہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جا سکے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ۔ فما راینا عرسا احسن من عرس فاطمہ یعنی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی۔ السنن لابن ماجہ ص ۱۹۳۱، مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۴۔

جہیز: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر کو جو جہیز دیا مختلف روائتوں کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ایک بستر مصری کپڑے کا جس میں اون بھری ہوئی تھی۔

۲۔ ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

۳۔ ایک مشکیزہ۔

۴۔ دو مٹی کے گھڑے۔

۵۔ ایک چکی۔

۶۔ ایک پیالہ۔

۷۔ دو چادریں۔

ایک جانماز۔۔۔ مسند احمد ج ۱ ص 104۔

یہاں یہ اشکال دور کرنا ضروری ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ کو جو چیزیں جہیز کے طور پر دی تھیں وہ اپنی جانب سے نہیں بلکہ حضرت علی ؓ ہی کی رقم سے خرید کر دی تھیں۔

جیسا کہ علامہ زرقانیؒ نے اس کی صراحت کی ہے کہ حضور ﷺ نے نکاح سے قبل حضرت علیؓ سے معلوم کیا کہ اے علی تمہارے پاس کچھ ہے تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میرے پاس ایک گھوڑا، اور ایک زرہ (جنگ میں پہننے کا لباس) ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا گھوڑا تو تمہاری ضرورت کی چیز ہے البتہ تم اپنی زِرہ فروخت کر کے اس کی قیمت لے آؤ، چنانچہ حضرت علیؓ نے وہ زرہ حضرت عثمان غنیؓ کو چار سو اسی درہم میں فروخت کر دی اور اس کی قیمت آپ ﷺ کے سامنے لا کر رکھ دی، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت بلال اور حضرت ام سلیمؓ جو حضرت انس کی والدہ ہیں ان کو بلوا کر کچھ رقم ان کے حوالے کر دی، اور حکم دیا کہ خوشبو وغیرہ کا انتظام کرو اور باقی رقم حضرت بلال کے حوالے کر کے حکم دیا کہ آپ گھریلو سامان اور دیگر تمام ضروریات کا انتظام کریں۔ (زرقانی علی المواہب ۲ / ۳ احسن الفتاوی ۵ / ۳۱)۔

فضائل سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
بزبان نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الفاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ (البدایۃ)

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواتین اُمت کی سردار ہے۔ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے تنگ کیا اس نے مجھے تنگ کیا اور جس نے مجھے تنگ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو تنگ کیا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو تنگ کیا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم علیہ اسلام، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت آسیہ کافی ہیں۔ (ترمذی شریف)

اولاد سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سید فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے پانچ اولادیں عطا فرمائیں۔ تین لڑکے اور دو لڑکیاں جن کے نام یہ ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔: حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغرسنی میں فوت ہو گئے تھے۔ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 17 ہجری میں ہوا۔ اور دوسری بیٹی حضرت زینب بنت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ (نسب قریش ص ۵۲)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کی عبادت وشب بیداری

سیدنا حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اپنی والدہ (گھر کے کام

دھندوں سے فرصت پانے کے بعد) صبح سے شام تک محراب عبادت میں اللہ کے آگے گریہ وزاری کرتے، خشوع وخضوع کے ساتھ اس کی حمد وثنا کرتے، دعائیں مانگتے دیکھا کرتا، یہ دعائیں وہ اپنے لیے نہیں بلکہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے مانگتی تھی۔

ایثار وسخاوت: ایک دفع کسی نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا چالیس اونٹوں کی زکوۃ کیا ہوگی؟ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ تمہارے لیے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس اونٹ ہوں تو میں سارے کے سارے ہی راہ خدا میں دے دوں۔

انتقال نبوی ﷺ پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اظہارِ غم

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت نے اضافہ کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پریشانی کے عالم میں فرمانے لگیں۔ ذا کرب ابا۔ افسوس ہمارے والد کی تکلیف۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ آج کے بعد تیرے والد کو کوئی تکلیف نہیں۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتحال ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دار فانی سے دار بقا کی طرف انتقال فرما گئے۔ (اللهم صلی علی محمد وعلی اٰل محمد وبارك وسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت پر نہایت دردوسوز کے عالم میں فرمایا تھا۔

صبت علی مصائب لو انها۔ صبت علی الایام سرن لیالیا مجھ پر مصیبتوں کے اس قدر پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں کہ اگر یہی مصیبتوں کے پہاڑ دنوں پر ٹوٹے تو دن رات بن جاتے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرض الوفات اور ان کی تیمارداری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت مغموم رہتی تھیں اور یہ ایام انہوں نے صبر اور سکون کیساتھ پورے کیے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اٹھائیس یا انتیس برس تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہو گئیں۔ ان بیماری کے ایام میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری اور خدمات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرانجام دیتی تھی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہوئیں اور چند روز بیمار رہیں۔ پھر تین رمضان گیارہ ہجری منگل کی شب اٹھائیس یا انتیس برس کی عمر مبارک میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۳۳۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غسل اور اسما بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمات

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وصیت کی تھی کہ آپ مجھے بعد از وفات غسل دیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ معاون ہوں۔ چنانچہ حضرت اسما بنت عمیس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غسل کا انتظام کیا۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا شریک تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سارے انتظام کی نگرانی فرمانے والے تھے۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۷۸، البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۳۳، حلیۃ الاولیا ج ۳ ص ۳۴۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نماز جنازہ

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نماز جنازہ پڑھنے کا مرحلہ پیش آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اس موقعہ پر موجود تھے تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے تشریف لا کر جنازہ پڑھائیں۔ جواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں جنازہ پڑھانے کے لیے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ نماز جنازہ پڑھانا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا حق ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائیں اور جنازہ پڑھائیں۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جنازہ پڑھایا۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۹، کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۸

نماز جنازہ کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رات کو ہی جنت البقیع میں دفن کیا گیا، اور دفن کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر میں اترے۔

دعائیہ کلمات

اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر تعارف کے عنوان سے نبی کریم سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اور پاک اولاد کے مختصر حالات اور مقام ومرتبہ کے بیان کے لیے یہ ایک چھوٹی سی کوشش ہے۔ اللہ کریم اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ اور تمام مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچائے اور آخرت میں ان مقدس ہستیوں کی شفاعت نصیب فرمائے آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علی محمد وعلی آله وازواجه وبناته واصحابه اجمعین۔

سوشل میڈیا سے انتخاب

سید عمیر حسنین

جہاں سوشل میڈیا مثلاً فیس بک، ٹیوٹر، واٹس ایپ پر جہالت اور اخلاقی اقدار کی پامالی کا دور دورہ ہے وہاں بعض مرتبہ اچھی تحریریں بھی مل جاتی ہیں جنہیں پڑھ کر ایک سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ہم انشاء اللہ ہر ماہ سوشل میڈیا سے انتخاب کے عنوان سے آپ کی خدمت میں ایسے موتی چن چن کر لاتے رہیں گے۔ جن سے کسی طرح اخلاقی پہلو، اسلامی اقدار کی عظمت اور اللہ رب العزت اور پیارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اجاگر ہو۔ ادارہ

ماں باپ کی عزت وخدمت

(ایک سبق آموز واقعہ)

سعودی عرب کے شہر قصیم کی شرعی عدالت نے اپنی تاریخ میں ایسا عجیب وغریب مقدمہ دیکھا جو کہ قصیم بلکہ پوری مملکت سعودی عرب میں نا ہی پہلے کبھی دیکھا یا سنا گیا تھا۔۔۔

ہم آئے دن خاندانی اختلافات، قطع رحمی اور عناد کی بھینٹ چڑھنے والے افسوس ناک واقعات اور دلوں کو لرزا دینے واقعات کی تفاصیل تو پڑھتے، سنتے اور دیکھتے ہی رہتے ہیں مگر صلہ رحمی کی بنیاد پر بننے والے اس مقدمہ کی تفاصیل سنیئے اور اس واقعہ کو کسوٹی بنا کر اپنے آپ کو یا اپنے گردونواح میں وقوع پذیر حالات وواقعات کو پرکھیئے۔۔۔

اس شخص کا نام حیزان الفہیدی الحربی ہے۔ یہ بریدہ سے 90 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک گاؤں (اسیاح) کا رہنے والا ہے۔ قصیم کی شرعی عدالت میں فیصلہ جیسے ہی اس کے خلاف گیا تو اس نے خود تو رو رو کر اپنی داڑھی کو آنسوؤں سے تر بتر کیا ہی، مگر اس کو دیکھنے والے والے لوگ بھی رو پڑے۔

آخر کس بات پر یہ زار وقطار رونا اور غش پڑ جانا؟ اولاد کی بے رخی؟ خاندانی زمین سے بے دخلی؟ حیزان کی بیوی نے اُس پر خلع کا دعویٰ کیا؟ نہیں، ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا تو پھر آخر کس بات کا رونا!! یہ قصہ تصوراتی نہیں بلکہ سچا اور حقیقت پر مبنی ہے جس کی تفاصیل سعودی عرب کے ایک بڑے اخبار (الریاض) کے سرورق پر چھپیں، مملکت کی کئی بڑی مساجد کے منابر سے آئمہ کرام نے اپنے خطابات میں اس واقعے کا ذکر کیا، سینکڑوں عربی ویب سائٹس اور فورمز پر لوگوں کی آنکھیں کھولنے والے اس واقعہ کی تلخیص آپ کیلئے حاضر ہے۔

حیزان اپنی ماں کی بڑا بیٹا ہے، اکیلا ہونے کی وجہ سے سارا وقت اپنی ماں کی خدمت اور نگہداشت پر صرف کرتا تھا۔ حیزان کی ماں ایک بوڑھی اور لاچار عورت جس کی کل ملکیت پیتل کی ایک انگوٹھی، جسے بیچا جائے تو کوئی سو روپے بھی دینے پر نا آمادہ ہو۔

سب کچھ ٹھیک جا رہا تھا کہ ایک دن دوسرے شہر سے حیزان کے چھوٹے بھائی نے آ کر مطالبہ کر ڈالا کہ میں ماں کو ساتھ لے کر جانا چاہتا ہوں تا کہ وہ شہر میں میرے خاندان کے ساتھ رہ سکے۔ حیزان کو اپنے چھوٹے بھائی کا اس طرح آ کر ماں کو شہر لے جانے کا ارادہ بالکل پسند نا آیا، اس نے اپنے بھائی کو سختی سے منع کیا کہ وہ ایسا نہیں کرنے دے گا، ابھی بھی اس کے اندر اتنی ہمت، سکت اور استطاعت ہے کہ وہ ماں کی مکمل دیکھ بھال اور خدمت کر سکتا ہے۔

دونوں بھائیوں کے درمیان تو تکار زیادہ بڑھی تو انہوں نے معاملہ عدالت میں لے جانے کا فیصلہ کیا گیا، مگر معاملہ عدالت میں جا کر بھی جوں کا توں ہی رہا، دونوں بھائی اپنے موقف سے دستبردار ہونے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے اور عدالت پیشیوں پر پیشیاں دیتی رہی تا کہ وہ دونوں کس حتمی نتیجے پر پہنچ سکیں۔ مگر یہ سب کچھ بے سود رہا۔

مقدمے کی طوالت سے تنگ آ کر قاضی نے آئندہ پیشی پر دونوں کو اپنی ماں کو ساتھ لے کر آنے کیلئے کہا تا کہ وہ اُن کی ماں سے ہی رائے لے سکے کہ وہ کس کے ساتھ رہنا زیادہ پسند کرے گی؟

اگلی پیشی پر یہ دونوں بھائی اپنی ماں کو ساتھ لے کر آئے، اُنکی ماں کیا تھی محض ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ، بڑھیا کا وزن بیس کلو بھی نہیں بنتا تھا۔

قاضی نے بڑھیا سے پوچھا کہ کیا وہ جانتی ہے کہ اُس کے دونوں بیٹوں کے درمیان اُسکی خدمت اور نگہداشت کیلئے تنازع چل رہا ہے؟ دونوں چاہتے ہیں کہ وہ اُسے اپنے پاس رکھیں! ایسی صورتحال میں وہ کس کے پاس جا کر رہنا زیادہ پسند کرے گی؟

بڑھیا نے کہا، ہاں میں جانتی ہوں مگر میرے لیئے کسی ایک کے ساتھ جا کر رہنے کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر حیزان میری ایک آنکھ کی مانند ہے تو اسکا چھوٹا بھائی میری دوسری آنکھ ہے۔

قاضی صاحب نے معاملے کو ختم کرنے کی خاطر حیزان کے چھوٹے بھائی کی مادی اور مالی حالت کو نظر میں رکھتے ہوئے مقدمے کا فیصلہ اُس کے حق میں کر دیا۔

جی ہاں، تو یہ وجہ تھی حیزان کے اس طرح ڈھاڑیں مار مار کر رونے کی۔ کتنے قیمتی تھے حیزان کے یہ آنسو! حسرت کے آنسو، کہ وہ اپنی ماں کی خدمت کرنے پر قادر کیوں نہیں مانا گیا؟ اتنا عمر رسیدہ ہونے کے باوجود بھی ماں کی خدمت کرنے کو سعادت حاصل کرنے کیلئے یہ جدوجہد؟ شاید بات حیزان کی نہیں، بات تو اُن والدین کی ہے جنہوں نے حیزان جیسے لوگوں کی تربیت کی اور اُنہیں برالوالدین کی اہمیت اور عظمت کا درس دیا۔

ڈنڈے والی سرکار

آنیوالے دَور کی دھندلی سی تصویر

ڈاکٹر نذیر احمد قریشی کی باتیں جو دلچسپ بھی ہیں اور حیرت انگیز بھی

ازقلم: پروفیسر محمد یوسف عرفان

یہ مضمون روزنامہ نوائے وقت لاہور (۲۲ نومبر ۲۰۰۹) میں پڑھا تھا تو اس وقت یہ سمجھا کہ حالات کے مطابق تو ایسا نہیں لگتا لیکن موجودہ حالات کو دیکھیں تو لگتا ہے کہ شاید یہ وقت قریب آ گیا ہے۔ یہاں یہ بات ضروری سمجھتا ہوں کہ ڈنڈے والی سرکار کا ذکر ہو تو فوری ہمارا ذہین پاک فوج کی جانب جاتا ہے لیکن اللہ رب العزت جس شخص سے چاہے کام لے لے اس وقت نیب اور عدلیہ سے کام لیا جا رہا ہے اور ہو سکتا ہے مستقبل میں کوئی ایسا شخص آ جائے جو پاکستان کو مزید سنوار دے۔ ان تمام سیاستدانوں سے تو ہمیں کوئی امید نہیں ہے۔ ادارہ

ڈاکٹر نذیر احمد قریشی (وفات ۱۳ نومبر ۱۹۹۰) لاہور کی منفرد روحانی شخصیت تھے۔ آپ مسلم لیگ جالندھر کے بانی صدر اور تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے۔ ہجرت کے دوران آپ کی نرینہ اولاد یعنی تین بیٹے شہید ہوئے۔ سردار عبدالرب نشتر اور محمد علی ہوتی آپ کے قریب ترین ساتھی تھے۔ سردار عبدالرّب نشتر اپنی گورنری کے دوران مغرب کی نماز عام طور پر ڈاکٹر صاحب کے مطب میں ادا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب ہال اور بیڈن روڈ کے درمیان نالے والی گلی میں رہتے تھے۔

سردار عبدالرب نشتر گورنر ہاؤس سے بیڈن روڈ کا سفر اکثر پیدل کرتے تھے اور اس وقت پاکستانی حکمرانوں کو پروٹوکول اور محافظوں کی فوج ظفر موج ساتھ رکھنے کی بیماری لاحق نہیں تھی اور نہ ہی حاکموں کو عوام سے جان کا خوف تھا۔

استادگرامی پروفیسر محمد منور، ڈاکٹر نذیر احمد قریشی صاحب کے دوست تھے۔ یہ دونوں احباب اکثر شام اکھٹے گزارتے تھے اور اس شام کی محفل میں اکثر راقم بھی ساتھ ہوتا تھا۔ راقم نے کئی بار محمد علی ہوتی صاحب کو ڈاکٹر موصوف کے درِدولت پر دیکھا۔ راقم کو ڈاکٹر صاحب کے گھر میں جسٹس حسین بٹ، سعید بٹ، میاں صدیق، ڈاکٹر صفدر محمود، مرزا محمود، واصف علی واصف صاحب، آغا سرفراز سیالکوٹی، جاوید ہمدانی، راؤ اکرم، صوفی صادق اور کئی دیگر سیاسی اور روحانی شخصیات کو دیکھنے کا موقع ملا۔

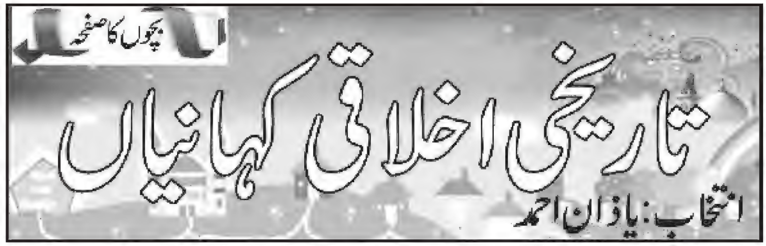
ڈاکٹر موصوف ایلو پیتھک طبیب تھے جنہوں نے کلکتہ میڈیکل کالج سے ۱۹۳۰ کے عشرے میں ڈگری حاصل کی تھی اور طالب علمی کے دوران ہی ایک غیر معمولی واقعے اور بقول اشفاق احمد خان"ایک بابے" کے باعث روحانی مدارج طے کرتے چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب انتہائی سادہ طبیعت طبیب تھے۔ آپ کا رھن سہن، طور اطوار اور حلیہ عام انسانوں سے مختلف نہ تھا۔ آپ انتہائی نارمل شخص تھے۔ اکثر لا علاج مریض آتے تھے اور شفا پاتے تھے۔ مریضوں کا تانتا نماز فجر سے پہلے شروع ہو جاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب عصر تک مریض دیکھتے اور بعد ازاں مغرب کی نماز سے پہلے یا بعد دوست احباب کے ساتھ گھر کی بنی شاندار مگر پرتکلف چائے پیتے۔ ڈاکٹر صاحب گھر پر ہوں یا کسی بڑے ہوٹل پر، وہ اپنی ذات پر کسی کا ایک پیسہ بھی نہیں لگنے دیتے تھے اور یہی ڈاکٹر صاحب کے اتقا کا کمال تھا۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا تھا کے طبیب کو اشتہار یعنی نام اور مال سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب اکثر مریض مفت دیکھتے تھے اور آخری عمر میں ہر قسم کے مریض سے یومیہ روپیہ یا اس سے بھی کم فیس برائے اوقات لیتے تھے۔ آپ سے انفرادی طور پر عوام وخواص نے فائدہ اٹھایا اور اجتماعی طور پر قومی وملی امور کے متعلق حکومتی اکابرین بھی مستفید ہوتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی روحانی واردات کا رخ قومی وملی امور کی جانب کرنے میں استادگرامی پروفیسر مرزا محمد منور کی ترغیب خاصی اہمیت رکھتی ہے۔ انفرادی طور پر استادگرامی اور راقم کی زندگی کے کئی اُمور میں ڈاکٹر صاحب کی روحانی توجہ کارفرما رہی۔ راقم، ڈاکٹر موصوف کی قومی وملی روحانی واردات کے احوال اپنے دو طویل مضامین مطبوعہ ۲۶-۲۷ اکتوبر ۲۰۰۰ (دو اقساط) نوائے وقت، ۱۳، ۱٤ نومبر ۲۰۰۵ روزنامہ پاکستان میں درج کر چکا ہے۔ تکرار سے اجتناب کرتے ہوئے مضمون ہذا میں آنے والے دور کی مختصراً تصویر کشی کرے گا۔ قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے مگر اللہ کے بندے بھی اللہ کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے بھی ہیں کہ جب وہ ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ کا بھی وہ ارادہ ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر فرمائشی منظر جمعرات کی شب دیکھتے تھے اور اسے "فلم چلانا" کہتے تھے اور یہ مستقبل کی حقیقی تصویر ہوتی تھی شائد لوحِ محفوظ پر نظر ڈالتے تھے۔ پاکستان اور اس کے اردگرد کے مستقبل کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کی باتیں مختصراً درج ذیل ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے ۲۸ دسمبر ۱۹۷۹ کے دن فرمایا کہ روسی افواج افغانستان سے شکست کھا کر واپس جائیں گی۔ روسی شکست وریخت کے بعد امریکی عالمی بالادستی اور سپر پاور ہونے کا دورانیہ مختصر ہو گا۔ امریکا کی ۵۰ ریاستیں ہیں اور یہ ۵۰ ریاستوں میں بٹ جائے گا۔ ان دنوں پولینڈ میں تحریک آزادی زوروں پر تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ پولینڈ کو ابھی آزادی نہیں ملے گی بلکہ

افغان مزاحمت کے صدقے پولینڈ اور مشرقی یورپ آزاد ہوگا۔ کابل ایک چیونٹی ہے جو روسی ہاتھی کی سونڈ میں گھس کر ہاتھی کو گرادے گی۔ روسی شکست وریخت کے بعد کابل میں مزاحمتی مجاہدین کی حکومت نہیں بنے گی بلکہ کابل میں مجاہدین اور استہزائی یعنی غیر مجاہد عناصر کی ملی جلی حکومتیں بنیں گی یعنی کابل میں وسیع البنیاد حکومتیں قائم رہیں گی تاوقتیکہ پاکستان میں ”ڈنڈے والی حکومت“ قائم ہوجائے گی اور افغانستان میں ملی جلی حکومت کی جگہ پاکستان کی حلیف اسلامی حکومت قائم کریں گے جو وسطی ایشیائی اسلامی ریاستوں کی طرف بھی رخ کریں گے۔ پاکستان میں ”ڈنڈے والی سرکار“ کے قیام کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے کئی باتیں جن کی تفصیل تحریر کرنا مناسب نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا فرمان ہے کہ پاکستان سپر پاور بن جائے گا مگر اس سے پہلے پاکستان میں حالات انتہائی دگرگوں ہوجائیں گے۔ قانون اور حکومت نام کی کوئی چیز نہیں رہے گی۔ قتل وغارت گری معمول بن جائے گی جو جس کو چاہے قتل کرتا پھرے گا۔ کوئی مقدمہ درج نہیں ہوگا۔ پورا ملک لاقانونیت کی لپیٹ میں ہوگا مگر ”ڈنڈے والی سرکار“ دنوں میں حکومتی رِٹ قائم کردے گی۔ مذکورہ سرکار کو غیر ملکی امداد نہیں ملے گی اور وہ ملکی وسائل اور پاکستان لوٹنے والوں کی دولت واپس لیکر پاکستان کا نظام کامیابی سے چلائیں گے۔ سرحدیں سیل کردیں گے اور ذرائع ابلاغ مسدود کردیں گے۔ پاکستان کے اندر ہر قسم کی غیر ملکی مداخلت ختم کردی جائے گی۔ مذکورہ سرکار زبان سے کم، بندوق سے زیادہ کام لیں گے۔ پاکستان لوٹنے اور نقصان پہنچانے والوں کا قلع قمع کردیں گے۔ پاکستان میں امن، سکون، سلامتی اور قانون کی بالادستی ہوگی۔ ناانصافی کا تصور بھی نہیں ہوگا اور مساجد بھی یک رنگ ہوں گی یعنی اذانیں مختلف نہیں ہوں گی۔“ مذکورہ ڈنڈے والی سرکار“ سے قبل پاکستانی پارلیمان مچھلی منڈی بن جائے گی۔ وزیراعظم ادلتے بدلتے رہیں گے۔ سیاسی جوڑ توڑ زوروں پر ہوگا۔ کشمیر خودمختار بن چکا ہوگا۔ جو کبھی پاکستان اور کبھی بھارت سے الحاق کرتا پھرے گا۔ بالآخر ڈنڈے والی سرکار کشمیر کا پاکستان سے حتمی الحاق کرے گی۔ نئی حکومت افغانستان کے معاملات پاکستانی مفادات کے مطابق سنوارے گی۔ پاکستان بلکہ خطے میں بھارتی مداخلت کے خاتمے کے لئے بھارت سے کامیاب جنگ کرے گی۔ لال قلعہ پر پاکستانی جھنڈا الہرائے گا مگر بین الاقوامی دباؤ کے تحت پاکستان دِلّی چھوڑ دے گا مگر اجمیر شریف اور بھٹنڈہ پاکستان کا حصہ بن جائے گا۔ پہلی جنگ کے نتیجے کے طور پر بھارتی پنجاب میں پاکستان کی سکھ خالصہ حلیف حکومت بن جائے گی۔ جس کا وجود پاکستانی ڈنڈے والی سرکار کی خوشنودی پر منحصر ہوگا۔ جنوبی بھارت میں مسلمان اور اچھوت اقوام اور دیگر اقلیتیں متحد ہوکر آزاد ریاست بنانے میں کامیاب ہوجائیں گی۔ شمالی بھارت کے برہمن ہندو یوپی کے مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہا کردیں گے۔ پاکستان کی ”مذکورہ ڈنڈے والی سرکار“ بھارت سے دوبارہ جنگ کرے گی اور کائنات سے ہندو ریاست وحکومت نام کی چیز ہمیشہ کے لئے ختم کردے گی۔

ڈاکٹر صاحب نے اندرا گاندھی کے قتل کی خبر استادِ گرامی پروفیسر محمد منور کو چند ماہ قبل دے دی کہ ”اندرا گاندھی تیزی سے چتا کی جانب چلی جارہی ہے“۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ راجیو گاندھی بھارت میں نہرو خاندان کا آخری حکمران ہوگا اس کے بعد نہرو خاندان بھارت میں کبھی برسراقتدار نہیں آئے گا۔ اسی طرح بینظیر بھٹو، بھٹو خاندان کی آخری سربراہ ہوگی۔ اس کے بعد بھٹو خاندان پاکستان کے حکمران کے طور پر ختم ہو جائے گا۔ بینظیر کی پرتشدد موت ہوگی۔ دنیا میں جمہوری حکومتیں ختم ہوجائیں گی۔ امریکا اور یورپ سب پر غیر جمہوری قوتیں برسراقتدار آجائیں گی۔ ایرانی انقلاب کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ایران میں بادشاہت واپس آئے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بات اس دن کہی جس دن رضا شاہ پہلوی ایران چھوڑ کے جارہا تھا۔ عراق اور صدام حسین کے بارے میں جو کہا وہ من وعن پورا ہوا۔ مشرقِ وسطیٰ کے بارے میں کہا کہ یہاں بڑی ریاست یعنی ایمپائر قائم ہوگی جو بالآخر اسرائیل کا وجود ختم کردے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی گفتگو میں بار بار اس بات کا اعادہ کیا کہ پاکستان قائم ودائم رہے گا۔ پاکستان کو محب وطن نیشنلسٹ وارث مل جائیں گے جو خطے میں اسلامی سلامتی پالیسی کا احیا کریں گے۔ ڈاکٹر صاحب کی باتیں ذاتی، قومی، بین الاقوامی اُمور میں دلچسپ بھی ہیں اور حیرت انگیز بھی۔ حضرت علامہ اقبال نے بجا فرمایا ہے کہ ؎

کوئی دیکھے تو ہے باریک فطرت کا حجاب اتنا
نمایاں ہیں فرشتوں کے تبسم ہائے پنہانی



قصہ ایک سچے قاتل کا

دونو جوان عمر رضی اللہ عنہ کی محفل میں داخل ہوتے ہی محفل میں بیٹھے ایک شخص کے سامنے جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اسکی طرف انگلی کر کے کہتے ہیں" یا عمر یہ ہے وہ شخص"

عمر رضی اللہ عنہ ان سے پوچھتے ہیں" کیا کیا ہے اس شخص نے؟

" یا امیر المؤمنین۔ اس نے ہمارے باپ کو قتل کیا ہے"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں" کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے؟"

عمر رضی اللہ عنہ اس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں" کیا تو نے ان کے باپ کو قتل کیا ہے؟"

وہ شخص کہتا ہے" ہاں امیر المؤمنین۔ مجھ سے قتل ہو گیا ہے انکا باپ"

عمر رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں" کس طرح قتل ہوا ہے؟"

وہ شخص کہتا ہے" یا عمر۔ انکا باپ اپنے اُونٹ سمیت میرے کھیت میں داخل ہو گیا تھا۔ میں نے منع کیا۔ باز نہیں آیا تو میں نے ایک پتھر دے مارا۔ جو سیدھا اس کے سر میں لگا اور وہ موقع پر مر گیا"

عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں" پھر تو قصاص دینا پڑے گا۔ موت ہے اسکی سزا"

نہ فیصلہ لکھنے کی ضرورت اور فیصلہ بھی ایسا اٹل کہ جس پر کسی بحث و مباحثے کی بھی گنجائش نہیں۔ نہ ہی اس شخص سے اسکے کنبے کے بارے میں کوئی سوال کیا گیا ہے، نہ ہی یہ پوچھا گیا ہے کہ تعلق کس قدر شریف خاندان سے ہے، نہ ہی یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ تعلق کسی معزز قبیلے سے تو نہیں، معاشرے میں کیا رتبہ یا مقام ہے؟ ان سب باتوں سے بھلا عمر رضی اللہ عنہ کو مطلب ہی کیا۔ کیونکہ معاملہ اللہ کے دین کا ہو تو عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی اثر انداز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی اللہ کی شریعت کی تنفیذ کے معاملے پر عمر رضی اللہ عنہ کو روک سکتا ہے۔ حتٰی کہ سامنے عمر کا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ قاتل کی حیثیت سے آ کھڑا ہو۔ قصاص تو اس سے بھی لیا جائے گا۔

وہ شخص کہتا ہے" اے امیر المؤمنین۔ اُس کے نام پر جس کے حکم سے یہ زمین و آسمان قائم کھڑے ہیں مجھے صحرا میں واپس اپنی بیوی بچوں کے پاس جانے دیجئے تاکہ میں ان کو بتا آؤں کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ ان کا اللہ اور میرے سوا کوئی آسرا نہیں ہے۔ میں اسکے بعد واپس آ جاؤں گا"

عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں" کون تیری ضمانت دے گا کہ تو صحرا میں جا کر واپس بھی آ جائے گا؟"

مجمع پر ایک خاموشی چھا جاتی ہے۔ کوئی بھی تو ایسا نہیں ہے جو اسکا نام تک بھی جانتا ہو۔ اسکے قبیلے۔ خیمے یا گھر وغیرہ کے بارے میں جاننے کا معاملہ تو بعد کی بات ہے۔ کون ضمانت دے اسکی؟ کیا یہ دس درہم کے ادھار یا زمین کے ٹکڑے یا کسی اونٹ کے سودے کی ضمانت کا معاملہ ہے؟ ادھر تو ایک گردن کی ضمانت دینے کی بات ہے جسے تلوار سے اڑا دیا جانا ہے۔ اور کوئی بھی تو ایسا نہیں ہے جو اللہ کی شریعت کی تنفیذ کے معاملے پر عمر رضی اللہ عنہ سے اعتراض کرے یا پھر اس شخص کی سفارش کیلئے ہی کھڑا ہو جائے اور کوئی ہو بھی نہیں سکتا جو سفارشی بننے کی سوچ سکے۔

محفل میں موجود صحابہ پر ایک خاموشی سی چھا گئی ہے۔ اس صورتحال سے خود عمر رضی اللہ عنہ بھی متاثر ہیں۔ کیونکہ اس شخص کی حالت نے سب کو ہی حیرت میں ڈال کر رکھ دیا ہے۔ کیا اس شخص کو واقعی قصاص کے طور پر قتل کر دیا جائے اور اس کے بچے بھوکوں مرنے کیلئے چھوڑ دیئے جائیں؟ یا پھر اسکو بغیر ضمانتی کے واپس جانے دیا جائے؟ واپس نہ آیا تو مقتول کا خون رائیگاں جائے گا،

خود عمر رضی اللہ عنہ بھی سر جھکائے افسردہ بیٹھے ہیں اس صورتحال پر، سر اُٹھا کر التجا بھری نظروں سے نوجوانوں کی طرف دیکھتے ہیں" معاف کر دو اس شخص کو"

نوجوان اپنا آخری فیصلہ بغیر کسی جھجک کے سنا دیتے ہیں" نہیں امیر المؤمنین۔ جو ہمارے باپ کو قتل کرے اسکو چھوڑ دیں۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا"

عمر رضی اللہ عنہ ایک بار پھر مجمع کی طرف دیکھ کر بلند آواز سے پوچھتے ہیں" اے لوگو۔ ہے کوئی تم میں سے جو اس کی ضمانت دے؟"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے زہد و صدق سے بھرپور بڑھاپے کے ساتھ کھڑے ہو کر کہتے ہیں" میں ضمانت دیتا ہوں اس شخص کی"

عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں" ابوذر۔ اس نے قتل کیا ہے"

ابوذر رضی اللہ عنہ اپنا اٹل فیصلہ سناتے ہیں " چاہے قتل ہی کیوں نہ کیا ہو"

عمر رضی اللہ عنہ" جانتے ہو اسے؟"

ابوذر رضی اللہ عنہ" نہیں جانتا"

عمر رضی اللہ عنہ" تو پھر کس طرح ضمانت دے رہے ہو؟"

ابوذر رضی اللہ عنہ" میں نے اس کے چہرے پر مومنوں کی صفات دیکھی ہیں اور مجھے ایسا لگتا

ہے یہ جھوٹ نہیں بول رہا۔ انشاء اللہ یہ لوٹ کر واپس آجائے گا"

عمر رضی اللہ عنہ" ابوذر دیکھ لو اگر یہ تین دن میں لوٹ کر نہ آیا تو مجھے تیری جدائی کا صدمہ دیکھنا پڑے گا"

ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے فیصلے پر ڈٹے ہوئے جواب دیتے ہیں" امیر المؤمنین ۔ پھر اللہ مالک ہے"

عمر رضی اللہ عنہ سے تین دن کی مہلت پا کر وہ شخص رخصت ہو جاتا ہے۔ کچھ ضروری تیاریوں کیلئے ۔ بیوی بچوں کو الوداع کہنے۔ اپنے بعد اُن کے لئے کوئی راہ دیکھنے اور پھر اس کے بعد قصاص کی ادائیگی کیلئے قتل کئے جانے کی غرض سے لوٹ کر واپس آنے کیلئے۔

اور پھر تین راتوں کے بعد عمر رضی اللہ عنہ بھلا کیسے اس امر کو بھلا پاتے۔ انہوں نے تو ایک ایک لمحہ گن کر کاٹا تھا۔ عصر کے وقت شہر میں (الصلاۃ جامعہ) کی منادی پھر جاتی ہے۔ نوجوان اپنے باپ کا قصاص لینے کیلئے بے چین اور لوگوں کا مجمع اللہ کی شریعت کی تنفیذ دیکھنے کے لئے جمع ہو چکا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لاتے ہیں اور آ کر عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ سوال کرتے ہیں" کدھر ہے وہ آدمی؟"

ابوذر رضی اللہ عنہ مختصر جواب دیتے ہیں" مجھے کوئی پتہ نہیں ہے یا امیر المؤمنین"

ابوذر رضی اللہ عنہ آسمان کی طرف دیکھتے ہیں جدھر سورج ڈوبنے کی جلدی میں معمول سے زیادہ تیزی کے ساتھ جاتا دکھائی دے رہا ہے۔ محفل میں ہُو کا عالم ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ آج کیا ہونے جا رہا ہے؟

یہ سچ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں بستے ہیں، عمرؓ رضی اللہ عنہ سے ان کے جسم کا ٹکڑا مانگیں تو عمر رضی اللہ عنہ دیر نہ کریں کاٹ کر ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔ لیکن ادھر معاملہ شریعت کا ہے۔ اللہ کے احکامات کی بجا آوری کا ہے۔ کوئی کھیل تماشہ نہیں ہونے جا رہا۔ نہ ہی کسی کی حیثیت یا صلاحیت کی پیمائش ہو رہی ہے۔ حالات و واقعات کے مطابق نہیں اور نہ ہی زمان و مکان کو بیچ میں لایا جانا ہے۔ قاتل نہیں آتا تو ضامن کی گردن جاتی نظر آ رہی ہے۔

مغرب سے چند لحظات پہلے وہ شخص آ جاتا ہے۔ بے ساختہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منہ سے اللہ اکبر کی صدا نکلتی ہے۔ ساتھ ہی مجمع بھی اللہ اکبر کا ایک بھرپور نعرہ لگاتا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ اس شخص سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں" اے شخص۔ اگر تو لوٹ کر نہ بھی آتا تو ہم نے تیرا کیا کر لینا تھا۔ نہ ہی تو کوئی تیرا گھر جانتا تھا اور نہ ہی کوئی تیرا پتہ جانتا تھا"

وہ بولا" امیر المؤمنین ۔ اللہ کی قسم۔ بات آپکی نہیں ہے بات اس ذات کی ہے جو سب ظاہر و پوشیدہ کے بارے میں جانتا ہے۔ دیکھ لیجئے میں آ گیا ہوں۔ اپنے بچوں کو پرندوں کے چوزوں کی طرح صحرا میں تنہا چھوڑ کر۔ جدھر نہ درخت کا سایہ ہے اور نہ ہی پانی کا نام و نشان۔ میں قتل کر دیئے جانے کیلئے حاضر ہوں۔ مجھے بس یہ ڈر تھا کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں میں سے وعدوں کا ایفاء ہی اُٹھ گیا ہے"

عمر رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے پوچھا" ابوذر۔ تو نے کس بنا پر اسکی ضمانت دے دی تھی؟"

ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا" اے عمر۔ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں سے خیر ہی اٹھالی گئی ہے"

سیدنا عمرؓ نے ایک لمحے کیلئے توقف کیا اور پھر ان دونوں جوانوں سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اب؟

نوجوانوں نے جن کا باپ مرا تھا روتے ہوئے کہا" اے امیر المؤمنین ۔ ہم اس کی صداقت کی وجہ سے اسے معاف کرتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں میں سے عفو اور درگزر ہی اُٹھا لیا گیا ہے"

عمر رضی اللہ عنہ اللہ اکبر پکار اُٹھے اور آنسو ان کی ڈاڑھی کو تر کرتے نیچے گرنے لگے۔۔۔۔۔ فرمایا۔۔۔

" اے نوجوانو۔ تمہاری عفو و درگزر پر اللہ تمہیں جزائے خیر دے"

" اے ابوذر۔ اللہ تجھے اس شخص کی مصیبت میں مدد پر جزائے خیر دے"

" اور اے شخص۔ اللہ تجھے اس وفائے عہد و صداقت پر جزائے خیر دے"

اور سب نے یک زبان کہا!

" اور اے امیر المؤمنین ۔ اللہ تجھے تیرے عدل و رحمدلی پر جزائے خیر دے"۔

اپنے ہونے کا ثبوت دیجئے

ہماری کوشش تو ہے کہ ہر ماہ ماہنامہ سبیل ہدایت آپکی خدمت میں ارسال کیا جاتا رہے۔ اس بار بھی ہم سے تھوڑی سی کوتاہی ہوئی۔ یہ شمارہ مئی اور جون 2018 کا مشترکہ شمارہ ہے۔ جب بھی آپ کو ماہنامہ موصول ہو اس کی اطلاع بذریعہ فون، ایس ایم ایس، ای میل، یا خط ضرور دیں۔ اگر ماہنامہ کی کاپی آپ کو مس پرنٹ یا صفحات کی بے ترتیبی پر مشتمل موصول ہو تو اطلاع کر کے دوبارہ منگوالیں۔ کوشش کیجئے کہ کم از کم 5 احباب کو ماہنامہ جاری کروائیں تا کہ علم کی یہ شمع روشن رہے۔

ادارہ

معاصر رسائل وجرائد کی خدمت میں

ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور کی دوبارہ اشاعت کے بعد تمام رسائل جن کے تبادلہ میں ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور بھیجا جاتا تھا ان کو مسلسل ارسال کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ کے مجلہ کے تبادلہ میں ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور موصول ہو رہا ہے تو اپنا جریدہ بھی ارسال فرمائیں تا کہ باہمی تبادلہ خیالات بھی ہو سکے۔ اگر آپ کا جریدہ شائع نہیں ہو رہا تب بھی اطلاع کیجئے تا کہ ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور کی ترسیل آپ کو جاری رہے۔

ادارہ

قادیانیوں کے حوالے سے علامہ اقبالؒ کی رائے

تحریر محمد عامر ہاشم خاکوانی

مرزا غلام احمد قادیانی کا نبوت کا دعویٰ بتدریج ہوا۔ اس کی شہرت ایک مشہور مناظر کی تھی، اس لئے عام طور سے لوگ اس کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے، جب اس کی تحریروں میں مجتہد، مسیح موعود اور پھر نبوت کے دعوے جھلکنے لگے تو اہل علم ہوشیار ہونے لگے، مگر اس وقت چونکہ کتابوں کی طباعت سست تھی، تیزی سے اطلاعات منتقل نہیں ہو سکتی تھیں، اس لئے کئی نامی گرامی شخصیات کو قادیانیت کے بارے میں جلد آگہی نہ ہو سکی۔ شروع میں علامہ اقبالؒ کی رائے بین بین تھی، انہیں لگا کہ شائد مرزا صاحب کی بعض فقہی آرا ہی دوسروں سے مختلف ہیں، اس لئے انہوں نے ایک آدھ جگہ پر نرم سی بات بھی کی اس کے بارے میں کہی۔ جب اقبالؒ پر آشکار ہوا تو ان جیسا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھوٹے نبوت کے دعوے دار کو کس طرح برداشت کر سکتا تھا، انہوں نے نہایت مضبوط اور قطعی لہجے میں مرزائیت کے باطل ہونے کا اعلان کیا اور مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی قرار دیا۔ بلکہ اقبالؒ نے انہیں اسلام اور ہندوستان کا غدار قرار دیا۔

اس پر پنڈت نہرو نے اقبال کے نام خط لکھا، جس میں کہا کہ یہ تو مولویوں کا ایشو ہے، آپ جیسا سمجھدار، پڑھا لکھا شخص کس طرح ایسی سخت بات کر سکتا ہے قادیانی حضرات کے بارے میں، اس پر نظر ثانی کریں۔ اقبالؒ نے جوابی خط میں تین کمال کی باتیں کہیں۔ پہلے تو یہ لکھا کہ آپ لوگ یعنی ہندو، نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی تفہیم کر ہی نہیں سکتے، اندازہ بھی نہیں آپ لوگوں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہے۔ دوسرا رسالت اسلام کا مرکزی عقیدہ ہے، جو ختم نبوت کا قائل نہیں، وہ کافر ہے۔ تیسری بات سے اقبال کی دانش، دوراندیشی کا اندازہ ہوتا ہے کہ دُنیا اقبال کو اقبال کیوں کہتی اور مانتی ہے۔ علامہ پنڈت نہرو کو لکھتے ہیں کہ معاملہ آج کا نہیں، آج تو ہم لوگ مرزائیت کے حوالے سے دھوکا نہیں کھائیں گے، معاملہ مستقبل کا ہے۔ اگر آج اسے یعنی قادیانی گروہ کو دوسرے مسلمانوں سے الگ نہ کیا گیا تو پچاس سال بعد بہت لوگ دھوکا کھا سکتے ہیں۔ افریقہ کے کسی ملک میں کوئی غیر مسلم اپنی دانست میں مسلمان ہوا ہوگا، مگر وہ قادیانی حضرات کے ہتھے چڑھ جائے گا اور پھر وہ بدنصیب آخری سانسوں تک اس شکنجے میں رہے گا۔ اس لئے قادیانیوں کے حوالے سے قطعی اور حتمی رائے رکھنا، اس کا اعلان کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ مستقبل کو محفوظ کیا جا سکے۔

اپنی یادداشت کی بنا پر یہ فقرے لکھے ہیں، ظاہر ہے مفہوم وہی ہے، الفاظ نہیں۔ اقبال کے خطوط شائع ہو چکے ہیں، یہ خطوط اقبال اکیڈمی نے شائع کئے ہیں۔

یہاں پر ضروری ہے کہ دو مثالیں دے دی جائیں۔ ایک امریکہ میں کالے امریکیوں کی تنظیم نیشن آف اسلام۔ شروع میں محمد علی قلعے باکسر نے اسلام قبول کیا، عالی جاہ محمد کی تبلیغ کے نتیجے میں۔ اپنی طرف سے وہ مسلمان ہوا، مگر عالی جاہ محمد نے ایک طرح سے خود کو نبی کے درجے میں رکھا ہوا تھا۔ بعد میں اسکے بیٹے وارث محمد نے حج کیا تو اسے اصل عقائد کا اندازہ ہوا، اس نے بعد میں جا کر اسلام کی حقیقی تبلیغ کی، شہباز میلکم ایکس بھی اس کی وجہ سے مسلمان ہوا اور محمد علی نے بھی اپنے عقائد درست کئے اور بعد میں حج بھی کیا۔ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنی دانست میں تو مسلمان ہوا، مگر وہ کسی باطل گروہ کے ہتھے چڑھ کر بدستور گمراہی میں ڈوبا رہا۔

دوسری مثال۔ ہمارے دوست اور معروف سماجی کارکن آئی سرجن، پروفیسر ڈاکٹر انتظار بٹ فری آئی کیمپ لگانے برکینا فاسو گئے۔ اس افریقی ملک کے دارالحکومت میں ایک جگہ انہیں خاصا بڑا شاندار اسلامی مرکز اور مسجد نظر آئی۔ خوشی سے وہ وہاں گئے، منتظم سے ملاقات ہوئی، معلوم ہوا کہ اچھا خاصا کام ہو رہا ہے مرکز کے تحت۔ درس قرآن، تعلیم وتربیت، ٹھیک ٹھاک چیریٹی کا کام، جس کے نتیجے میں متعدد مقامی لوگ مسلمان ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب تفصیل معلوم کر رہے تھے تو انہیں شک سا ہوا کہ منتظم کئی باتیں گول مول بتا رہا ہے۔ تھوڑا مزید کریدا تو معلوم ہوا کہ وہ جماعت احمدیہ کا دعوتی وتبلیغی مرکز تھا۔ یورپ سے دولت مند احمدی حضرات افریقہ کے چھوٹے چھوٹے غریب ممالک میں ایسے مراکز قائم کرتے ہیں جہاں مسلمان کم ہیں اور مقامی لوگوں کو قادیانیوں کا علم نہیں۔ وہاں پر ان کی کوششوں سے نجانے کتنے لوگ قادیانی بن چکے ہیں۔ ہمیں یہاں بیٹھے قطعی اندازہ نہیں کہ کس قدر منظم انداز میں یہ سب کام ہو رہا ہے۔ اقبال کی پیش گوئی ذہن میں آتی ہے۔ اس عبقری کو علم تھا کہ اگر قادیانیوں کو واضح طور سے مسلمان اُمت سے الگ نہ کیا گیا تو یہ نہایت خطرناک ثابت ہوگا۔ اگر آئینی ترمیم نہ ہوئی ہوتی تو یہ برکینا فاسو والا معاملہ ہمارے ملک میں جگہ جگہ نظر آتا اور ہم سب دانت پیسنے اور خون کے گھونٹ پینے کے سوا کچھ نہ کر پاتے۔ حمزہ علی عباسی جیسے سادہ لوح لوگوں کو قطعی اندازہ نہیں کہ یہ کتنا بڑا کام ریاست پاکستان نے کر دیا ہے۔ آج مغربی قوتیں اپنی کوششوں کے باوجود بے بس ہیں، وہ چاہنے کے باوجود قادیانیوں کو مسلم امہ کا حصہ نہیں بنا پا رہیں۔

اخلاق و کردار

علامہ ذوالفقار مصطفیٰ ہاشمی

غصے پر قابو پانے کے طریقے

غصہ ایک طبعی حالت ہے اور ایک انسانی خصلت ہے اسے روکنے اور اس پر قابو پانے کا حکم اس وقت ہے جب اس کی وجہ سے اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی ہو رہی ہو۔ اللہ و رسول عزوجل ﷺ کے احکام کی حفاظت کے لیے اللہ و رسول عزوجل و ﷺ کی نافرمانی کو روکنے اور اللہ و رسول عزوجل ﷺ کے دشمنوں سے لڑنے کیلئے غصہ آئے تو قابل تعریف ہے۔ اور اللہ عزوجل کی نعمت ہے۔

بہرحال اس کا تعین کہ مجھے غصہ اپنے نفس کی خاطر آرہا ہے یا اللہ و رسول عزوجل و ﷺ کی رضا کی خاطر ایک انتہائی مشکل کام ہے پیارے آقا ﷺ نے غصہ پر قابو پانے کے کئی طریقے بیان فرمائے ہیں جس میں چند ایک یہ ہیں۔

سلیسمان بن صدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا گلے کی رگیں پھول گئیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر یہ شخص وہ کلمہ کہہ لے تو اس کی یہ حالت ختم ہو جائے وہ کلمہ یہ ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم (بخاری 3282)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا!

اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُم فَلیَسکُت

جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو خاموش ہو جائے۔ (مسند امام احمد)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے کہ غصہ شیطان سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور آگ کو صرف پانی ہی بجھا سکتا ہے بس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لے (سنن ابوداؤد شریف)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اُسے چاہیے بیٹھ جائے پھر اگر بیٹھنے سے غصہ زائل ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر لیٹ جائے (سنن ابی داؤد، مسند امام احمد)

غصہ کو پی جانے میں جو اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے اُس کی طرف نظر کرنے سے بھی غصہ سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

فرمان مصطفی ﷺ ہے جو شخص غصہ کو پی جائے حالانکہ اُسے نافذ کر سکتا تھا تو قیامت کے دن اللہ تعالی اُسے تمام لوگوں کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ جنت کی جس حور کا انتخاب کرنا چاہو کر لو۔ (ابوداؤد و مسند امام احمد)

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائے جو مجھے جنت میں داخل کر دے؟ سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" **لاتغضت ولك الجنة** " یعنی غصہ نہ کرو۔ تو تمہارے لیے جنت ہے۔ (مجمع الزوائد 12990)

حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اپنے غصے کو روکے گا اللہ عزوجل قیامت کے روز اُس سے اپنا عذاب روک دے گا (شعب الایمان 8311)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین باتیں جس شخص میں ہوں گی اللہ تعالی (قیامت کے دن) اُس کا حساب بہت آسان طریقے سے لے گا اور اُس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

ا۔ جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو۔

۲۔ جو تم سے قطع تعلق کرے تم اُس سے ملاپ کرو۔

۳۔ اور جو تم پر ظلم کرے تو اُس کو معاف کرو۔ (المعجم الاوسط 5064)

۴۔ سورہ آل عمران کی آیت نمبر 134 میں اللہ رب العزت عزوجل کا بھی فرمان ہے کہ ترجمہ کنزالایمان

اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ (عزوجل کے محبوب ہیں

بے جا غصہ سے نجات کیلئے ان چار اوراد سے بھی برکت حاصل کی جا سکتی ہے۔

ا۔ جس کو غصہ گناہ کرواتا ہو تو اُسے چاہیے کہ ہر نماز کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم 21 بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے۔ کھانا کھاتے وقت تین تین بار پڑھ کر کھانے اور پانی بھی دم کر لے۔

۲۔ چلتے پھرتے کبھی کبھی یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم پڑھا کرے

۳۔ چلتے پھرتے یا ارحم الرحمین پڑھتا رہے۔

۴۔ پارہ نمبر 4 آل عمران کی آیت نمبر 134 یہ روزانہ سات بار پڑھ کر پانی پر پھونک کر پلانے سے بھی فائدہ ہوگا۔

تمام وظائف کے اوّل و آخر درود پاک 11،11 مرتبہ پڑھنا نہ بھولیں۔



دو ذبیحوں کا بیٹا کون؟

سید فیروز ہدیٰ

قارئین کرام! عیدالاضحیٰ پر جہاں علماء کرام اور مضامین نگار ذبیح اوّل حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں وہاں اس واقعہ کا تذکرہ بھی ضرور کریں۔ اس سے ذبیح دوم آقا کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عظمت اُجاگر ہوتی ہے۔ اور اس اشکال کو بھی دور کرنے میں مدد ملتی ہے جو لادین طبقہ نے پھیلا رکھی ہے کہ نعوذ باللہ والدین کریمین آقا ﷺ صاحب ایمان نہیں تھے۔۔۔۔ ادارہ

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی دور سے یہ پکارتا ہوا آیا:

یا ابن الذبیحین! یا ابن الذبیحین!

اے دو ذبیحوں کے بیٹے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں! میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں، پہلے ذبیح سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور دوسرے ذبیح حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب تھے۔ ذبیح اوّل حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ تو مشہور ہے جس کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں وہ تقریباً ہر مسلمان کے علم میں ہے۔ تاہم ذبیح ثانی حضرت عبداللہ کا واقعہ اختصار کے ساتھ یہاں ذکر ہوگا۔

(مواہب اللدنیہ جلد ۱، صفحہ ۱۷) میں ہے

۔ کہ حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب چاہِ زم زم کی کھدائی کے بعد نقاہت سی محسوس کرتے ہیں اگرچہ اس کنویں کے برآمد ہونے سے ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ لوگوں کو بے حد فائدہ ہوا ہے۔ حاجیوں کے لیے فراہمی آب کا کٹھن مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے۔ لیکن عبدالمطلب کو اس کھدائی کے بعد یوں محسوس ہونے لگا ہے جیسے وہ اس بھری پری دنیا میں یکہ و تنہا ہیں۔ وہ حرم کعبہ میں موجود ہیں اور دیوار کعبہ سے پشت لگائے سوچ رہے ہیں۔

”قریش کو ابھی تک اجتماعی مفاد کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکا بلکہ ہر شخص کی سوچ کا محور انفرادی سود و زیاں تک ہی محدود ہے۔ چاہ زم زم کی کھدائی سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اگر میرے اپنے دست و باز و قوت سے محروم ہو گئے تو میری وقعت میں کمی آجائے گی۔

حارث میرا اکلوتا بیٹا بے شک بڑا فرمان بردار اور محنتی ہے۔ لیکن اکیلا ہی تو ہے۔ بھائی بازو ہوتے ہیں اگر اس کے بھی اور بھائی ہوتے تو ہم یہ کام آسانی سے کر سکتے تھے۔ بیٹوں کی کثرت پر فخر و مباحات صرف قریش ہی کا خاصہ نہیں ہے بلکہ سارے عرب میں قوت و اقتدار کا انحصار بیٹوں کی کثرت پر مبنی ہے...... کاش میرے بہت سے بیٹے ہوتے اور میں حسب منشاء ہر کام اپنی ہمت اور ارادے کے مطابق سر انجام دے سکتا۔“

وہ تھوڑی دیر تک اس نہج پر سوچتے ہوئے دور خلاؤں میں گھورنے لگتے ہیں پھر یکایک اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دبے پاؤں کعبہ کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ اب انہوں نے ایک دیوار کا سہارا لے لیا ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے ہیں۔

”اے اللہ۔ تو خالق اکبر ہے جسے جو چاہتا ہے دیتا ہے۔ تیرے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں مجھے دس بیٹے دے تاکہ میں تیرے اس گھر کی زیادہ طریقے سے خدمت کر سکوں۔ میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میرے دس بیٹے میری زندگی میں ہی جوان ہو جائیں تو ایک بیٹے کو تیری راہ میں قربان کر دوں گا۔“

یہ بہت بڑی بات تھی لیکن زیادہ بیٹوں کی ضرورت کا احساس ان کے رگ و پے پر مسلط ہو چکا تھا۔ اس لیے ایک بیٹے کی قربانی دینے کا اقرار کرتے وقت انہیں ذرا بھی جھجک محسوس نہ ہوئی۔ یہ دعا ان کے دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی، اس لیے قبول ہو جانے کا یقین ہو چکا تھا۔ اب ان کے چہرے پر سکون اور شادمانی کی لہریں ہویدا تھیں۔ وہ اسی عالم میں کعبہ سے باہر آئے اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے اپنے گھر چلے گئے۔

خالق اکبر دعاؤں کو سنتا ہے۔ جسے جو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اچھی اور نیک دعاؤں کو بندے کے نامہ اعمال میں شامل کر دیتا ہے تاکہ ان کے ثواب سے محروم نہ رہے۔ دعا اگر دل کی گہرائی سے نکلے تو اثر رکھتی ہے۔ مقصد کی لگن ہو۔ معبود برحق پر یقین ہو۔ طبیعت میں گداز ہو تو دعا کے قبول ہونے کا ثبوت سکون اور اطمینان قلب کی صورت میں اسی وقت ظاہر ہو جاتا ہے۔

اللہ رب العزت کو وہ بندے بہت پسند ہیں جو نہایت عاجزی سے دعا مانگتے اور اپنے پروردگار کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔ جنہیں مایوسی نہیں ستاتی۔ جن کی زبانیں اس کا ذکر کرتے ہوئے تھکاوٹ محسوس نہیں کرتیں۔ بلکہ اس سے حلاوت پاتی ہیں۔ بڑے سرکش اور نادان وہ لوگ ہیں جو اللہ سے مانگتے ہی نہیں۔ اور اگر کبھی ادھر رجوع کرتے بھی ہیں تو مانگنے کے آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ بس رواروی میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں۔ اور فوراً ہی اس کا جواب نہ ملنے کی وجہ سے مایوس ہو کر بدگمانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

عبدالمطلب کی دعا مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے دیئے۔ جوان کی زندگی ہی

میں جوان ہوئے۔جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) حارث (۲) زبیر (۳) حجل (۴) ضرار (۵) حقوم (۶) ابولہب (۷) عباس (۸) حمزہ (۹) ابوطالب (۱۰) عبداللہ

وہ بیٹوں کی کثرت پر مغرور نہ تھے۔ مسرور تھے۔ نازاں نہ تھے۔ شاداں تھے۔ لیکن انہیں اپنی منت پوری کرنے کا خیال نہ رہا تھا۔ اس لیے ایک رات جب کہ وہ محوخواب تھے کسی نے انہیں پکار کر کہا۔

''عبدالمطلب۔ اٹھ اور اپنی منت پوری کر۔''

آپ ہڑ بڑا کر اٹھے۔ دیکھا تو آس پاس کوئی بھی نہیں ہے۔ اندھیری رات ہے اور سنسان کوٹھڑی جس میں آپ اپنے بستر پر پڑے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر تک خیالات میں غلطاں رہے۔ پھر آنکھ لگ گئی۔ اور خواب میں دوبارہ کسی نے کہا۔

''عبدالمطلب اٹھ اور اپنی منت پوری کر''۔

آپ گھبرا کر بیدار ہو گئے اور باقی رات آنکھوں میں ہی کاٹ دی۔

طلوع آفتاب کے بعد آپ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا:

''میرے بچو۔ میں نے اللہ سے اقرار کیا تھا کہ اگر میرے ہاں دس بیٹے ہوں اور وہ سب میری آنکھوں کے سامنے جواں ہوں۔ تو میں ایک بیٹا تیری راہ میں قربان کروں گا۔ خدا کا شکر ہے اس نے مجھے دس بیٹے دیئے۔ اور دسوں ہی جوان بھی ہوئے۔ آج رات مجھے خواب میں کسی نے منت پوری کرنے کا اقرار دلایا ہے۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔''

عبدالمطلب کے بیٹوں نے باری باری کہا:

''ابو۔ ہم آپ کے حکم پر سر کٹوانے کے لیے تیار ہیں۔ ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ جس کو چاہیں قربانی کر کے اپنی منت پوری کریں۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں جان دینا ہماری سب سے بڑی سعادت ہے۔''

ہمارے دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی اپنے والد مکرم کے حکم پر سر جھکا دیا تھا۔ ہم بھی سر جھکاتے ہیں آپ ہمیں ہر حال میں فرماں بردار پائیں گے۔''

فرماں بردار اولاد باپ کے لیے خوشی کا پیغام لاتی ہے۔ اس کی زندگی کو رشک بہار بناتی ہے۔ کامیابی و کامرانی کے سدا بہار پھول کھلاتی ہے۔

عبدالمطلب کی اولاد فرماں بردار تھی۔ وہ خوشی سے چہک اٹھے۔

''تم میں سے کس کو قربان کروں''۔ انہوں نے پوچھا۔

''آپ جس کا نام لیں اسے تیار پائیں گے۔'' بیٹوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

''میں قرعہ اندازی کرتا ہوں جس کا نام نکلے گا وہی قربان کیا جائے گا۔''

عبدالمطلب یہ کہہ کر انہیں اپنے ساتھ کعبہ میں لے آئے۔ اور قرعہ ڈالنے والے سے اپنا مقصد بیان کیا۔ اس نے دس تیر لیے۔ ہر ایک پر ایک ایک بیٹے کا نام لکھا اور پھر تیر رکھ کر قرعہ اندازی کی۔ خدا کی قدرت دیکھئے عبدالمطلب کے بیٹوں میں اس کا نام نکلا جو انہیں سب سے زیادہ عزیز تھا۔ جو شکل وصورت اور فہم وفراست میں دوسروں سے ممتاز تھا۔

یہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پدر بزرگوار جناب عبداللہؓ ہیں۔ جو اپنے والد کے حکم پر سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔

ادھر قربان گاہ میں اس قربانی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ شہر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ اور ادھر جناب عبداللہؓ کے ننھیالی بپھر گئے ہیں کہ ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ ہم اپنے نواسے کو کسی قیمت پر قربان نہیں ہونے دیں گے۔ وہ ہتھیار سجائے جوق در جوق حرم کعبہ میں آرہے ہیں۔ ان کی طرف دیکھ کر جناب عبداللہؓ کا ماں جایا بھائی ابوطالب بھی اس قربانی کے خلاف مجسم احتجاج بن گیا ہے۔ یہ شور وشغب بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ لوگوں کا ایک ہجوم حرم میں جمع ہو گیا ہے اور ہر شخص سردار مکہ عبدالمطلب کو اپنے بیٹے کی قربانی سے باز رہنے کی تلقین کر رہا ہے لیکن عبدالمطلب با آواز بلند کہہ رہے ہیں۔

''میں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ دس بیٹوں کے جوان ہونے پر ایک بیٹا اس کی راہ میں قربان کروں گا اب اس کا وقت آ گیا ہے۔ میں یہ اقرار ہر حال میں پورا کروں گا۔ میں عبداللہ کو ضرور قربان کروں گا......خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو......کوئی مجھے اس ارادہ کی تکمیل سے باز نہیں رکھ سکتا۔''

جناب عبداللہ کے ننھیالی مرنے مارنے پر آ گئے ہیں۔ اور معاملہ سنگین صورت اختیار کر گیا ہے۔ ابوطالب بھی اپنے بھائی کی حمایت میں بہت فعال نظر آتے ہیں......زندگی اور موت کے اس کھیل کی انتہائی کربناک گھڑیاں گزر رہی ہیں اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ خونریزی تک نوبت آ جائے گی لیکن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم جو پیرانہ سالی اور تجربہ کاری کی وجہ سے بہت معروف ہے۔ آگے بڑھ کر کہتا ہے۔

''سردار مکہ۔ آپ عبداللہؓ کا خون بہا ادا کر دیجئے۔ اس طرح آپ کی منت بھی پوری ہو جائے گی اور عبداللہ بھی موت کے گھاٹ اترنے سے بچ جائیں گے۔''

یہ آواز مجمع میں صور اسرافیل کی طرح گونج اٹھتی ہے۔ اور مختلف آوازوں کے درمیان ایک مشترک آواز سنائی دیتی ہے۔

''خون بہا ادا کر دو۔ عبداللہؓ کو چھوڑ دو۔''

عبدالمطلب سوچ میں پڑ جاتے ہیں۔ ''یہ بھی ٹھیک ہے۔'' انہوں نے کہا ''میں کاہنہ سے دریافت کرتا ہوں۔''

''ہاں ہاں۔ کاہنہ کے پاس چلو۔'' مجمع میں سے کئی لوگ پکار اٹھتے ہیں۔

عبدالمطلب عبداللہ کو لیے ہوئے مکہ کی مشہور کاہنہ ’عرّافہ‘ کے پاس پہنچتے ہیں۔ہجوم آپ کے ساتھ ہے۔کاہنہ ساری باتیں سن کر کہتی ہے۔

’’عبداللہ کے عوض اونٹ ذبح کر دو۔‘‘

عبدالمطلب ’’کتنے اونٹ؟‘‘

کاہنہ ’’جتنے قرعہ اندازی میں تمہارے بیٹے کے نام نکلیں‘‘۔عبدالمطلب ’’مجھے منظور ہے‘‘۔

کاہنہ قرعہ اندازی کرتی ہے اور اونٹوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے ایک سو تک پہنچ جاتی ہے۔ کاہنہ اعلان کرتی ہے کہ عبداللہ کے عوض سو اونٹ قربان کئے جائیں۔عبدالمطلب اطمینان قلب کی خاطر کاہنہ سے دوبارہ قرعہ اندازی کراتے ہیں اور اب کی دفعہ بھی عبداللہ کے عوض میں سو اونٹوں والا پانسہ نکلتا ہے۔ان کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو جاتا ہے۔

قربان گاہ پر سو اونٹ ذبح کر دیئے جاتے ہیں۔عبدالمطلب کی منت پوری ہو جاتی ہے اور جناب عبداللہ زندگی کی چند بہاریں دیکھنے کے لیے زندہ رہتے ہیں۔

(المستدرک، ج2،ص254 طبع قدیم)

علامہ ابوالحسن الماوردی نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے کو خوشی خوشی گھر لے گئے اور اس وقت سے حضرت عبداللہ ذبیح مشہور ہو گئے۔اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔(اعلام النبوہ،233-232)

رحمۃ للعالمین ﷺ کے والد بزرگوار جناب عبداللہ کے صدقے میں انسانی شرف کا احیاء یوں ہوتا ہے کہ عرب میں اس سے پہلے دیت کے طور پر کچھ اونٹ دیئے جاتے تھے۔ اب ان کی تعداد بڑھا کر سو کر دی گئی ہے۔اس طرح قتل وغارت گری کے انسداد کی ایک بنیاد فراہم ہو گئی ہے۔

نشر مقرر ماہنامہ سبیل ہدایت لاہور۔فروری2006ء

ایک دن پانچ پروگرام

تعارف: رپورٹ عقیل شافی لاہور

شاخ ادب فیض پور خورد اور انصاری فاؤنڈیشن پاکستان فیض پور خورد ایک عرصے سے علمی ادبی اسلامی تبلیغی پروگرام کرواتا چلا آرہا ہے۔ان دونوں اداروں کے سرپرست حاجی فقیر اثر انصاری فیض پوری بڑے مخلص بلند ہمت، ملنسار اور بلند پایہ شاعر، ادیب، محقق، نقاد، مورخ اور سینکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں۔انہوں نے اپنے بیٹوں، بیٹیوں، پوتوں اور پوتیوں کو بھی اسی علمی ادبی ڈگر پر لا ڈالا ہے۔

گزشتہ دنوں ایک دن میں عید ملن پارٹی کے عنوان سے پانچ مثالی پروگرام طے پائے۔بڑی بڑی فقید المثال شخصیات نے شرکت کی۔ان پروگرام کے پانچ صدر تھے۔

1۔نعتیہ مشاعرہ 2۔نئی کتابوں کی رونمائیاں 3۔دستار بندیاں 4 پنجابی مشاعرہ۔5 مرحوم اِدباؤ شعرا کیلئے ایصال ثواب۔

نعتیہ مشاعرہ کی صدارت علامہ فضل حق خان گلشن بانی نوائے افغان شرقپور نے کی۔رانا محمد رمضان ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ پائیلٹ سیکنڈری ہائی سکول شرقپور، صادق شاہین لاہور، محمد طفیل کھوکھر مہمان خصوصی پانچوں پروگراموں کی نظامت کے فرائض نوجوان شاعر عقیل شافی لاہور (راقم) نے احسن ڈھنگ سے انجام دیئے۔

نئی کتابوں کی رونمائیاں کی صدارت ماہنامہ سبیل ہدایت کے چیف ایڈیٹر زمانے کے نامور سکالر حضرت سید قمر احمد سبزواری نے کی۔ملک افضل فاروق اور محمد خالد چشتی مہمان خصوصی تھے۔اسلام آباد سے شائع ہونے والے ماہنامہ الصمد برطانیہ میں عرصہ دراز سے مقیم عطا محمد عنبر صاحب کی کتاب خدائے سخن اور نامور شاعر ابراہیم کلیم مرزا پوری کی کتاب چڑھدا سورج کو گلاب کے پھولوں کے ڈھیر سے حکیم ناز جلالوی نے نکالا۔عبدالجبار اثر، غلام عباس شاہ مصری عبیداللہ عربی، سردار محمد عبداللہ اور عابدہ اثر بی اے اور اثر انصاری صاحب نے اظہار خیال اور منظور تاثرات پیش کئے۔

دستار بندیاں: چادر پوشیوں کی محفل کے صدر انٹرنیشنل سطح کے لکھاری ڈاکٹر عبدالعزیز چشتی تھے ان کا بیٹا جہاں زیب عزیز اور بہو نائیلہ جہاں زیب، مزمل حسین اور عارف بھٹی برج اٹاری مہمان خصوصی تھے۔شاخ ادب کی قایمی اور مثالی روایت ہے کہ یہ عرصہ دراز سے علمی فضلاء وشعراء کی عزت افزائی اور حوصلہ افزائی کے لئے ان کی دستار بندیاں اور تاجپوشیاں کرواتا چلا آرہا ہے۔اس پروگرام میں بھی درجن بھر سے زیادہ اہل قلم کو نامور شخصیات کے ہاتھوں دستار بندیاں کروائی گئیں۔چند کے نام درج ہیں۔ڈاکٹر عبدالعزیز چشتی، جہاں زیب عزیز، پروفیسر محمد حسین آزاد کشمیر، اثر صاحب کے بچوں کو جانشینی کے لیئے دستاریں بندھائی گئیں۔عبدالجبار اثر، غلام عباس شاہ مصری، عبیداللہ عربی، سردار محمد عبداللہ (اثر صاحب کا بھائی نذیر احمد جوہر اور بھاوج لیڈی ڈاکٹر ثریا نذیر، مزمل حسین، فلمسٹار فیض چوہان، نامور سکالر متین کاشمیری اور دیگر احباب کی بھی دستار بندیاں ہوئیں۔

مرحوم ادباؤ شعراء کے ایصال ثواب کی محفل کی صدارت اسلام آباد سے آئی ہوئی محترمہ شاہدہ پروین نے کی۔ان کی والدہ (مولانا محمد شریف مدحت نوری کی اہلیہ) بیٹی ارم شہزادی اور ان کا ایک بھائی مہمان خصوصی تھے (اسی خاندان کی نسبت مولانا محمد شریف مدحت نوری کے گھرانے سے ہے) خصوصی طور پر مدحت نوری، اور اثر صاحب کے والد بزرگوار حضرت حکیم پیر محمد ابراہیم نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ، اثر صاحب کی والدہ زنیب بی بی اور اثر صاحب کی بیٹی زیب النساء اثر (مرتب ومفسر پنجسورہ شریف) اور دیگر اُمت محمدی ﷺ کیلئے قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کی گئی۔اس موقعہ پر اثر صاحب کی اہلیہ رضیہ اثر کی طرف سے خواتین کو چادریں پیش کی گئیں۔مثلاً ارم شہزادی اسلام آباد، شاہدہ پروین نوری اسلام آباد، نعت خواں عبدالرحمن چشتی کی والدہ حاجی شاہ محمد دودھی انصاری شرقپوری کی بہو بشریٰ، عارف بھٹی کی زوجہ اور دختر اثر صاحب کی صاحبزادی عابدہ اثر بی اے، نائیلہ جہاں زیب اور دیگر مہمان خصوصی خواتین کو بھی چادریں اوڑھائی گئیں۔

پنجابی مشاعرہ کے صدر عبدالجبار اثر تھے۔پروفیسر ڈاکٹر ارشد اقبال ایڈیٹر ماہناہہ لکھاری، انور اداس، علامہ نثار نعیمی بانی المسلم سکول راوی ریان لاہور۔اسلم شاہین مہمان خصوصی تھے۔

عقیل شافی (راقم) سید قمر احمد سبزواری، محمد ولایت زیدی، ڈاکٹر حبیب اللہ نثار، ڈاکٹر میاں ظفر مقبول، صادق شاہین، زاہد اقبال بھیل، پروفیسر محمود حسین کاشمیری، حکیم ناز جلالوی، غلام عباس بےوَس، قاری عبدالحمید سہو) محمد عاشق، عارف بھٹی، علامہ فضل حق خان گلشن (مرتب نوائے افغان)، ڈاکٹر ارشد اقبال، انور اداس، متین کاشمیری اور دیگر شعراء کرام نے کلام سنایا اور داد پائی۔

پروگرام کی ابتداء مولانا محمد یحییٰ اظہر اور قاری عبدالحمید سہو کی تلاوت سے شروع ہوئی۔دف پر نعت خواں عبدالرحمن چشتی شرقپوری نے نذرانہ نعت پیش کیا۔پروگرام کے اختتام پر علامہ نثار نعیمی سیفی راوی ریان نے قوم وملک کی ترقی کے لئے دعائے خیر کی۔شاخ ادب کی قدیمی اور مثالی روایت پر تمام مرد وخواتین کو طلائی ہار (مالا) پہنائے گئے۔مہمان خصوصی پر پھول برسائے گئے۔چادریں اور دستاریں تقسیم ہوئیں۔علامہ فضل حق خان گلشن نے اثر صاحب کو 10101 روپے پیش کئے جزاک اللہ۔چائے پانی، مشروبات اور پرتکلف لنگر سے مہمانوں کی تواضح کی گئی۔تمام روائتی اور ثقافتی پہلوؤں سے یہ پروگرام کامیاب اور مثالی تھا۔

اثر صاحب کا نمونہ کلام: چھوہ توں پیار دا گیت زمانہ یاد کرے.... الفت دا سنگیت زمانہ یاد کرے....

اثر اوہ بھانویں تینوں ساڑے.... توں ہو ٹھنڈا سیت زمانہ یاد کرے



تبصرہ کیلئے کتاب کے دو نسخے ارسال کریں/ متنازعہ اور فرقہ وارانہ کتب پر تبصرہ شائع نہیں کیا جاتا

شیخوپورہ تے ننکانہ صاحب دا پنجابی ادب

ڈاکٹر میاں ظفر مقبول (پی ایچ ڈی) کی 272 صفحات کی کتاب میں ضلع شیخوپورہ اور ننکانہ صاحب کے 168 ادیبوں، شاعروں اور قلمی کام کرنے والوں کا مختصر ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان کی تخلیقات کا بھی ذکر موجود ہے بلاشبہ یہ کتاب ایک تحقیقی ورثہ ہے اور پنجابی ادب میں پنجاب کے اولیاء اللہ کا بڑا عمل دخل ہے۔ اسی علاقہ کے وارث شاہؒ کی "ہیر" پنجابی ادب میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ اس میں بابا گرو نانک کا ذکر بھی موجود ہے۔ اسی طرح ہمیں اس کتاب میں ایسے ادیبوں اور شاعروں کا تعارف ملا جن کے بارے میں ہم پہلے اتنا کچھ نہیں جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان کا تعلق کسی اور علاقہ سے ہے۔ محترم ڈاکٹر میاں ظفر مقبول کا کام پنجابی ادب کے فروغ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ کتاب میں پروف ریڈنگ کی کمزوری محسوس ہوئی امید ہے آئندہ ایڈیشن میں اسے دور کر لیا جائے گا۔ کتاب کی قیمت 500 روپے ہے جو بزم مولا شاہ A-41 چوہان روڈ اسلام پورہ لاہور سے منگوائی جاسکتی ہے۔

تذکارِ شہید ناموس رسالت

سردار محمد اکرم بٹر (جو مجلہ "نوید سحر" کے چیف ایڈیٹر ہیں) کی ترتیب جسے ادارہ نوید سحر لاہور 24 عمر بلاک شالیمار ٹاؤن کاہنہ نو لاہور نے اہتمام کیساتھ شائع کیا ہے۔ صفحات اس کے 304 ہیں مضبوط جلد اور نفیس پرنٹنگ پر مشتمل اس کتاب میں پروانہ ناموس رسالت غازی ملک ممتاز حسین قادریؒ کی شہادت پر مختلف اخبارات کے کالم نگاروں کے کالم، شہادت پر قومی لیڈروں کے بیانات کیساتھ ساتھ ناموس رسالت کی اہمیت بھی واضح کی گئی ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسلام دشمن قوتیں کس طرح قلعہ اسلام ورسالت میں نقب زنی کر رہی ہیں۔ کیونکہ آقا کریم ﷺ کی ذات اقدس ہمارے لیے ہی کیا کل عالم اسلام کیلئے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اس کائنات میں جب جب کسی ملعون نے اس ذات اقدس کی شان میں گستاخی کی کوشش کی تب تب شمع رسالت کے پروانوں نے اس کو نشان عبرت بنا دیا اور رہتی دنیا تک اپنا حق عشق ادا کر کے اَمر ہو گئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آج کی نوجوان نسل کو شانِ رسالت کی اہمیت سے روشناس کروانے کیلئے ایسی کتابوں کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ کتاب کی قیمت صرف 300 ہے۔ جو لاہور کے معروف دینی کتب خانوں پر دستیاب ہے۔

تحقیقات وعلاج سوزاک

مندرجہ بالا عنوان کی 48 صفحات پر مشتمل مختصر کتاب مصنف ومرتب حکیم محمد عارف دنیا پوری کی قانون مفرد اعضاء (جو جدید فطری اور سائنٹفک طریقہ علاج ہے) کے تحت لکھی گئی ہے جس میں سوزاک کی بالا اعضاء تشخیص اور یقینی وبے خطا علاج بتایا گیا ہے۔ کتاب کی قیمت 80 روپے ہے جو یاسین دواخانہ وطبی کتب خانہ دنیا پور ملتان سے منگوائی جاسکتی ہے۔

کتاب لڑی راوی لہر فیض پور

شاخ ادب فیض پور خورد کا علمی، ادبی، معلوماتی تبلیغی سلسلہ جو ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے اس میں اردو اور پنجابی ادب پر مشتمل شاعری و نثری مضامین شائع ہوتے ہیں اس کے بانی بابائے پنجابی ادب محترم اثر انصاری فیض پوری اور مرتبین میں عبدالجبار اثر، غلام عباس شاد مصری، عبیداللہ عربی، سردار محمد عبداللہ اور عابدہ اثر بی اے ہیں۔ قیمت صرف 40 روپے ہے جو شاخ ادب فیض پور خورد ضلع شیخوپورہ سے منگوایا جاسکتا ہے۔

کتاب لڑی نوائے افغان شرقپور

محترم فضل حق خان گلشن ایم اے اسلامیات و اردو کے زیر ادارت شائع ہونے والا افغان برادری کا ترجمان ہے اور ہر ماہ تسلسل سے شائع ہوتا ہے۔ اس مجلہ میں اردو اور پنجابی ادب کا حسین امتزاج دیکھنے کو ملتا ہے۔ یقیناً ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو لسانی اور صوبائی تعصب کی بجائے محبت اور پیار کے دیپ جلا رہے ہیں فضل حق خان گلشن جو نام کے ہی نہیں واقعی ایک گلشن کی مانند ہیں۔ مجلہ کی قیمت 55 روپے ہے جو کریم منزل محلہ مونگیاں شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ سے منگوا سکتے ہیں۔

ماہنامہ الصمد اسلام آباد

اس کے بانی مشہور عالم دین قاری محمد شریف مدحت نوریؒ تھے۔ اب ان کی اہلیہ محترمہ شاہدہ پروین کی زیر ادارت شائع ہو رہا ہے ایڈیٹر ارم شہزادی جویریہ ہیں ماہنامہ میں علمی ادبی اور اسلامی موضوعات شائع ہوتے ہیں۔ ٹائٹل رنگین اور صفحات 32 ہیں۔ منگوانے کیلئے شاہدہ پروین نوری، نور پور شاہاں ڈاک خانہ بری امام محلہ مسلم کالونی مکان نمبر C/186 اسلام آباد کے پتہ پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔


اصلی گولڈن والے
گولڈن بورنگ اینڈ پمپ ھاؤس (رجسٹرڈ)
GOLDEN
Boring & Pump House
اب آپکو برانڈرتھ روڈ جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ
ماسٹر کارڈ، ویزہ کارڈ کی سہولت موجود ہے
ہر قسم کے لوکل وامپورٹڈ موٹر پمپس، بورنگ سب مرسیبل پمپس نیز سپیئر پارٹس کا ہول سیل مرکز
ہر قسم کے جدید سب مرسیبل پمپس، جدید پریشر سسٹم، PVC پائپ ہول سیل ریٹ پر خریدیں
پلمبروں اور دکانداروں کیلئے خاص رعایت
سب مرسیبل بورنگ 3/4 انچ سے 2 انچ تک پانی کی ڈلیوری کی سہولت کے ساتھ
زندگی کے لئے
موٹر وائنڈنگ ہول سیل ریٹ پر کروائیں
جدید موٹر وائنڈنگ ورکشاپ کی سہولت
پریشر سسٹم
1"x 1"
ڈونکی پمپ موٹر
1"x 1"
مونو بلاک
1.1/4" X 1"
مونو بلاک
فوارہ پمپ
پریشر کنٹرول سوئچ
1"x 1"
سیلف سیکشن پمپ
ورم جیٹ پمپ
ESPA
3/4"
ڈیپ ویل
سب مرسیبل پمپ
Proprietor:
Ch. Zafar Iqbal
0321-4871064
مزید معلومات اور خدمات سے مستفید ہونے کیلئے ہمارے فون نمبرز
Chief Executive:
Ch. Akhtar Hayat
0300-4553480
Head Office: 76-14-B1 Abu Bakar Road Near M.Ali Chowk
Township Lahore. Email : ceo@goldenboringhouse.com
042-35124544 Website: www.goldenboringhouse.com


تمام سوسائٹیز میں جائیداد کی خرید وفروخت کا بااعتماد ادارہ
GM
Real Estate
سپیشلسٹ ٹاؤن شپ، ٹاؤن شپ
Khawaja Saleem Attari
0333/0308-4290684
G.M Real Estate
Office:531/15-B-1 Collage Road Near Aroosh Banquit Hall Township Lahore

Monthly **SABEEL-E-HIDAYAT** Lahore
Published by BAZAM-E-NIDA-E-MUSLIM Pakistan Head Office:8/3-B-1 Township Lahore 54770

